(48) 21

سرکاری رپورٹ

بلوچستان صوبائی اسمبلی

★

مُباحثات

پنجشنبہ - ۱۹ رجون ۱۹۷۵ء

صفحہ	مندرجات	نمبر شمار
۱	تلاوت کلام پاک و ترجمہ	۱
۲	نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات	۲
	قرارداد :-	۳
۱۵	کانوں کو قومی ملکیت میں لیا جانا - (محمود خان اچکزئی)	

جلد یازدہم ★ شمارہ ہشتم (۸)

آج کے اجلاس میں مندرجہ ذیل اراکین اسمبلی نے شرکت کی

۱۔ میر چاکر خان ڈومکی
۲۔ سردار غوث بخش خان رئیسانی
۳۔ جام میر غلام قادر خان
۴۔ محمود خان اچکزئی
۵۔ سردار محمد انور جان کھیتران
۶۔ مولوی محمد حسن شاہ
۷۔ میر نصرت اللہ خان سنجرانی
۸۔ میر قادر بخش بلوچ
۹۔ میر صابر علی بلوچ
۱۰۔ سیف اللہ خان پراچہ
۱۱۔ مولوی صالح محمد
۱۲۔ حاجی میر شاہنواز خان شاہلیانی
۱۳۔ میر شیر علی خان نوشیروانی
۱۴۔ نوابزادہ تیمور شاہ جوگیزئی
۱۵۔ میر یوسف علی خان مگسی

بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس بروز پنجشنبہ مورخہ ۱۹ر جون ۱۹۷۵ء زیر صدارت اسپیکر سردار محمد خان باروزئی صبح ۱۰ بجے شروع ہوا۔

تلاوت کلام پاک و ترجمہ

از قاری محمد یحییٰ خان کاکڑ

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۙ
يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۚ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ ۖ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ
مَا الْحُطَمَةُ ؕ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ؕ
اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۙ فِىْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۠ سورہ الھمزہ آیت ۱ تا ۹ پارہ نمبر ۳۰

ترجمہ

خرابی ہے ہر طعنہ مارنے والے عیب لگانے والے کی جس نے مال سمیٹا اور گن گن کر رکھا۔ وہ خیال کرتا ہے کہ اُس کا مال ہمیشہ اسے زندہ رکھے گا۔ ہرگز نہیں وہ حُطمہ میں ضرور ڈالا جائے گا اور تو کیا سمجھے کہ حُطمہ کیا ہے اللہ کی سلگائی ہوئی آگ ہے جو چڑھتی چلی جائے گی دلوں پر۔
وہ ان پر بند کر دی جائے گی لمبے لمبے ستونوں میں (وما علینا الا البلاغ)

وقفہ سوالات

مسٹر اسپیکر:۔ پہلے محمود خان اچکزئی اپنا سوال پوچھیں۔

*۸۲۶ مسٹر محمود خان اچکزئی

کیا وزیر معدنیات و قدرتی وسائل ازراہ کرم بیان کریں گے کہ:۔

(الف) صوبہ بلوچستان کے کوئلہ کے مختلف کانوں سے ۷۵-۱۹۷۴ء کے دوران کتنا ٹن کوئلہ نکالا گیا؟

(ب) اس (نکلے ہوئے) کوئلہ کا سرکاری نرخ فی ٹن ۷۵-۱۹۷۴ء کے دوران کیا تھا؟

(ج) صوبائی حکومت کو فی ٹن کتنی رائلٹی ملتی ہے؟

(د) کیا کسی بھی کان مالک یا مالکوں پر حکومت بلوچستان کا کچھ پیسہ رائلٹی کا واجب الادا ہے!۔

(ر) اگر (د) کا جواب اثبات میں ہے تو کس کس کان مالک پر؟ اور کتنا؟

وزیر اعلیٰ (جام میر غلام قادر خان):۔

(الف) سال ۷۵-۱۹۷۴ء (یکم جولائی ۱۹۷۴ء سے مارچ ۱۹۷۵ء) میں صوبہ بلوچستان میں کوئلہ کی مختلف کانوں سے جو کوئلہ کی پیداوار ماہانہ گوشواروں کے ذریعے موصول ہوئی ہے۔ یہ پیداوار درج ذیل ہے۔

نام معدنیات	پیداوار
کوئلہ	۵,۰۳,۰۱۹ ٹن

(ب) جہاں تک کوئلہ کی سرکاری نرخ کا تعلق ہے۔ اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ حکومت بلوچستان نے کبھی بھی کوئی سرکاری نرخ مقرر نہیں کیا۔ تاہم گزشتہ موسم سرما میں کوئٹہ میں عوام کو گھر میں جلانے کے لئے کوئلہ کی قیمت مبلغ ۱۵۰/- روپے فی ٹن مقرر کی گئی تھی۔ اور پاکستان منرل ڈویلپمنٹ کارپوریشن سرکاری محکمہ جات کو کوئلہ بحساب ۲۷۵/- روپے فی ٹن مہیا کرتا رہا۔

(ج) صوبائی حکومت کو کوئلہ کی پیداوار سے مبلغ ۱/۵۰ روپے فی ٹن رائلٹی موصول ہوتی ہے۔

(د) ہاں۔

(ر) جن کوئٹے کے مالکان کان ہائے کے ذمے گورنمنٹ کے بقایا جات بصورت رائلٹی وغیرہ واجب الادا ہیں۔ اس کی تفصیل ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام مالکان کان ہائے	بقایا جات (روپوں میں)	
۱	خان کول کمپنی	۱۲۳۸-۱۶	روپے
۲	نیشنل مائننگ کمپنی	۸۳۶-۲۴	//
۳	گشتری مائننگ کمپنی	۲۳۷۹-۷۰	//
۴۔	گیلانی کمپنی	۳۱۸۰-۲۳	//
۵۔	خٹک کارپوریشن	۳۶۲۰-۶۲	//
۶۔	شفیع مائننگ کمپنی	۲۴۳۸-۴۰	//
۷۔	بلوچستان منرلز	۲۷۲۷-۹۱	//
۸۔	بلوچستان منرلز	۷۳۴-۰۵	//
۹	نیشنل مائننگ کمپنی	۱۰۲۷-۱۷	//
۱۰	نیشنل مائننگ کارپوریشن	۲۸۷۰۷-۹۶	//
۱۱	ملک طوطی خان اینڈ کمپنی	۹۰۸۲-۷۱	//
۱۲	درانی کول کمپنی	۱۲۵۹-۳۹	//
۱۳	گیلانی کمپنی	۲۳۹۰-۰۴	//
۱۴۔	کول مائنز کمپنی	۴۶۳-۷۵	//
۱۵	سپین غر کول کمپنی	۳۴۶۹-۳۸	//
۱۶	ملک عمر گل مائننگ کمپنی	۱۰۳۹-۸۶	//
۱۷	ناصر کول کمپنی	۷۹۶۰-۶۲	//
۱۸	حضدار کول کمپنی	۱۵۱۸-۹۸	//
۱۹	گشتری مائننگ کمپنی	۱۱۴۶-۳۹	//
۲۰	اللہ داد اینڈ کمپنی	۴۳۵-۶۸	//

۲۱	چوہدری تاج محمد	۶۲۸-۵۸ روپے
۲۲	ملک منرلز	۲۹۰۶-۵۲ "
۲۳	سید عبدالصمد اینڈ سنز	۴۴۶۰-۰۰ "
۲۴	سید عبدالصمد اینڈ سنز	۴۱۶۸-۰۹ "
۲۵	قلات کول کمپنی	۱۴۳۵۶۹-۰۰ "
۲۶	کمرشل مائننگ کمپنی	۶۰۴-۹۷ "
۲۷	کمرشل مائننگ کمپنی	۵۴۲۸۰۰-۷۳ "
۲۸	ملک ولایت حسین کی مختلف لیزوں کے واجبات	۵۰۸۳۸۱-۹۷ "
۲۹	یونائیٹڈ منرلز	۱۰۵۸۴-۰۶ "
۳۰	نوابزادہ میر شہباز خان کالری اونرز	۲۱۳۸-۰۳ "
۳۱	زرغون مائننگ کارپوریشن	۳۳۰۶-۰۰ "
۳۲	بلوچستان کول کمپنی لمیٹڈ	۳۵۰۶-۴۸ "
۳۳	خان مائننگ کارپوریشن	۸۴۸۶-۳۰ "
۳۴	ملک منرلز	۱۰۲۷-۷۴ "
۳۵	خان کول کمپنی	۱۰۰۲-۲۳ "
۳۶	کمرشل مائننگ کمپنی	۶۸۴۶-۴۰ "
۳۷	دومڑ کول کمپنی	۶۳۷۰-۰۰ "
۳۸	برادران کول کمپنی	۱۲۱۶-۶۰ "
۳۹	کابباب کول کمپنی	۱۴۴۸-۳۹ "
۴۰	پی، ایم، ڈی، سی شاہرگ	۱۸۵۰۵۳-۴۵ "
	میزان	۱،۰۲۶،۶۲۶-۴۵ "

مسٹر محمود خان اچکزئی:- ضمنی سوال:- پاکستان منرل ڈویلپمنٹ کارپوریشن جس سے گورنمنٹ ۲۰۵ روپے فی ٹن کے حساب سے کوئلہ خریدتی رہی ہے۔ اس کے ذمہ ایک لاکھ پچاسی ہزار ترپن (۱۸۵۰۵۳) روپے رائلٹی کے واجب الادا ہے۔ تو یہ کمپنی حکومت کو ایک لاکھ پچاسی ہزار ۵۰ پیسے کی رائلٹی کیوں ادا نہیں کرتی؟

وزیر اعلیٰ:- جناب والا- یہ کمپنی مرکزی حکومت کے تحت ہے۔ جہاں تک اس کے بقایا جات کا تعلق ہے۔ چونکہ یہ مرکزی حکومت کے تحت ہے اس لئے اس پر یہ واجب الادا رقم محفوظ ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کی ادائیگی کرنا کمپنی کا فرض ہے۔

مسٹر محمود خان اچکزئی:- کیا آپ کے خیال میں بلوچستان کی حکومت کو اس پیسے کی ضرورت نہیں ہے؟

وزیر اعلیٰ:- ضرورت ہے لیکن . . .

مسٹر محمود خان اچکزئی:- تو آپ کب لیں گے؟

وزیر اعلیٰ:- اُن کو نوٹس دیا گیا ہے کہ وہ ادا کر دیں۔

مسٹر محمود خان اچکزئی:- نوٹس دیا گیا ہے؟

وزیر اعلیٰ:- جی ہاں

مسٹر اسپیکر: اگلا سوال

٨٢٧* مسٹر محمود خان اچکزئی۔

کیا وزیر معدنیات و قدرتی وسائل ازراہ کرم یہ بیان کریں گے کہ:
(الف) ناروآڑ میں ہونے والے حالیہ کان کے حادثہ میں کتنے مزدور ہلاک ہوئے؟
(ب) کیا یہ صحیح ہے کہ حادثہ فنی خرابی کی وجہ سے ہوا تھا؟
(ج) کیا یہ بھی صحیح ہے کہ جس کان میں حادثہ ہوا اس کان میں کوالی فائڈ انجینئر تعینات نہیں تھا؟
(د) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ کان میں کام کرنے والے مزدوروں کے پاس حادثہ کے وقت حفاظتی لیمپ نہیں تھا۔
(ہ) کیا اس کان کے نزدیک RESCUE CENTRE ریسکیو سینٹر تھا۔

وزیر اعلیٰ:
(ا) ناروآڑ میں ہونے والے حالیہ کان کے حادثہ میں ۲۱ (اکیس) مزدوران ہلاک ہوئے۔
(ب) حادثہ کی وجوہات معلوم کرنے کے لئے حکومت نے ایک کورٹ آف انکوائری مقرر کیا، اس کورٹ آف انکوائری نے اپنی رپورٹ پیش کر دی ہے، جو مطالعہ کے بعد ہی حادثے کی اصل وجوہات پر روشنی ڈالی جا سکتی ہے۔
(ج) جی ہاں۔ مگر وہاں سند یافتہ پرمٹ مینجر تعینات تھا۔ جس کی قانون کے تحت اجازت ہے۔ البتہ کان مالکان کو حکم دیا گیا تھا، کہ وہ پرمٹ مینجر کی مدد کے لئے کوالیفائیڈ مائننگ انجینئر کو جلد از جلد تعینات کرنے کا انتظام کریں۔ مالکان کا یہ کہنا ہے کہ اس اسامی کی تشہیر

کے باوجود انہیں کوئی انجنئر دستیاب نہیں ہو سکا۔

(د) یہ درست ہے۔ کہ کان میں کام کرنے والے مزدوران کے پاس حادثہ کے وقت حفاظتی لیمپ نہیں تھا۔ کیونکہ اس سے پہلے اس کان میں گیس کی موجودگی نہیں پائی گئی تھی، نگران عملہ کے پاس حفاظتی لیمپ برائے معائنہ گیس موجود تھے۔

(ر) جی نہیں۔ البتہ امدادی بچاؤ کی کارروائی بھرپور طور پر ڈیڑھ گھنٹہ کے اندر اندر شروع کر دی گئی تھی۔

مسٹر محمود خان اچکزئی:۔ جناب وزیر صاحب خود یہ تسلیم کرتے ہیں کہ جس کان میں اکیس غریب مزدور ہلاک ہوئے اس کان میں نہ تو کوئی کوالیفائیڈ انجینئر تھا نہ مزدوروں کے پاس سیفٹی لیمپ تھا اور نہ کوئی ریسکیو سنٹر تھا جب یہ تین بنیادی ضرورت کی چیزیں نہ تھیں تو کان میں کام کرنے کی اجازت کیوں دی گئی۔؟

وزیر اعلیٰ:۔ اس سلسلے میں میرا جواب بالکل واضح ہے رپورٹ پیش کر دی گئی ہے اس کا مطالعہ کیا جائے گا۔ تحقیقات ہو گی کہ ان کے پاس کوالیفائیڈ انجینئر تھا یا نہ تھا۔

مسٹر محمود خان اچکزئی:۔ جام صاحب میرا سوال بڑا واضح ہے آپ سمجھنے کی کوشش کریں۔ جب اس کان میں تین بنیادی ضروریات کی چیزیں نہ تھیں تو کام کرنے کی اجازت کیوں دی گئی۔؟

وزیر اعلیٰ:۔ اس کے متعلق تحقیقات ہو رہی ہے ان تمام چیزوں کی تحقیقات ہو رہی ہے میں اس سلسلے میں عرض کر دوں جب ان کے پاس کوالیفائیڈ انجینئر نہ ہو اور وہ کام کریں تو ان کے خلاف حکومت قانونی کارروائی کرے

گی -

مسٹر محمود خان اچکزئی :- کیا حکومت یہ تسلیم کرتی ہے کہ ان کے پاس کوالیفائڈ انجینئر نہ تھا ؟

وزیر اعلیٰ :- تحقیقات کی رپورٹ جب ہمارے سامنے آئے گی تو ہم دیکھیں گے ویسے کمپنی کے پاس کوالیفائیڈ انجینئر ہونا چاہیئے۔ اس کے متعلق تحقیقات کرکے کارروائی کی جائے گی ۔

مسٹر محمود خان اچکزئی :- کراچی کے ایک ہفت روزہ اخبار جہاں میں لکھا ہے کہ اس کمپنی نے تین سو سیفٹی لیمپ کے پرمٹ لئے ہیں تو اس نے وہ کہاں بیچ دیئے ؟

وزیر اعلیٰ :- اس کے لئے مجھے تازہ نوٹس چاہیئے -

مسٹر اسپیکر :- اگلا سوال

*٨٢٨ مسٹر محمود خان اچکزئی -

کیا وزیر معدنیات و قدرتی وسائل از راہ کرم یہ بیان کریں گے کہ -

(الف) صوبہ بلوچستان میں اس وقت کتنے کوئلہ کے لیز ہیں ؟

(ب) صوبہ میں اس وقت کتنے کانوں پر کام ہو رہا ہے ؟

(ج) کتنے کانوں میں کوالیفائیڈ انجینئر تعینات ہیں ؟

(د) کتنے کانوں میں مزدوروں کی حفاظت کے لئے قانونی طور پر ضروری حفاظت کا سامان ہے ؟ اور کتنے میں نہیں ؟

(ر) کتنے کانوں میں مزدوروں کے علاج معالجہ کے لئے ہسپتال یا ڈسپنسریاں ہیں ہر کان میں تعینات ڈاکٹروں، نرسوں اور کمپونڈروں کی تعداد اور تعلیمی قابلیت کیا ہے ؟

(س) صوبہ کے جتنے کانوں میں قانون اور قاعدہ کے مطابق کام ہوتا ہے، ان کی تعداد کیا ہے ؟ اور جن کانوں میں قانون اور قاعدہ کے مطابق کام نہیں ہو رہا ان کی تعداد کیا ہے ؟

وزیر اعلیٰ :-

(الف) صوبہ بلوچستان میں اس وقت کوئلے کی لیزز اور لائسنسز کی تعداد حسب ذیل ہے۔

تعداد مائننگ لیزز :- ۸۵
تعداد پراسپکٹنگ لائسنسز :- ۲۵۳

کل :- ۳۳۸

(ب) کوئلے کی قیمتوں میں حال ہی میں اچانک کمی واقع ہونے کے باعث کافی کانیں روز بروز بند ہو رہی ہیں۔ خاص کردہ کانیں جو دور دراز علاقوں میں واقع ہیں۔ لہٰذا صحیح تعداد کا تعین دو تین دن کی قلیل مدت میں ممکن نہیں ہے، اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ اہلکاران محکمہ معدنیات موقع پر جا کر کام کا جائزہ لیں۔ جس کے لئے کم از کم ایک تا دو ماہ کی مدت درکار ہے۔

(ج) پندرہ مائننگ لیزوں میں کوالیفائیڈ انجینئر تعینات ہیں۔ انجینیروں کی تعداد ۲۸ ہے، البتہ باقی تمام کانیں بھی مستند منیجروں کی نگرانی میں چلائی جا رہی ہیں، جو کہ ضوابط کانہائے کے تحت جاری کئے جاتے ہیں۔

(د) تمام کانوں میں کم و بیش مزدوروں کی حفاظت کے لئے قانونی طور پر ضروری سامان موجود ہے، قطعی طور پر یہ کہنا مشکل ہے کہ ایک کان میں پورا سامان موجود ہے اور کسی دوسری کان پر بالکل کوئی سامان موجود نہیں ہے، البتہ فیلم پروف

(FLAME PROOF) بجلی کی موٹریں، تاریں اور سوئچز وغیرہ صرف دو مالکان کے تیرہ لیزوں کان کوئلہ میں موجود ہیں۔ باقی تقریباً ایک سو کانہائے کوئلہ کے لیزوں میں جو چالو حالت میں ہیں۔ ان میں بجلی کا مذکورہ سامان فلیم پروف قسم کا نہیں۔

(د) ایک مائنز لیبر ویلفیر اسپتال حکومت بلوچستان نے مرکزی جگہ سنجدی میں بنوایا ہوا ہے۔ جس میں جدید قسم کے آلات موجود ہیں۔ اور ایکسرے پلانٹ بھی اس میں ہے۔ دس بستروں کی گنجائش ہے۔ اور ایک ڈاکٹر ایم بی بی ایس اور دو سند یافتہ کمپاونڈر ہیں، یہ اسپتال سورینج سنجدی ڈگاری اور نارداڑ کی کانہائے کوئلہ کے لئے ہے۔ علاوہ ازیں مندرجہ ذیل کانوں میں ڈسپنسریاں ہیں۔

نمبر شمار	کان معہ نام مالک	تعداد ڈاکٹر نرس کمپاونڈر			تعلیمی قابلیت
۱	سنٹرل تھل سورینج حبیب اللہ مائینز لمیٹڈ	ڈاکٹر	نرس	کمپاونڈر	سند یافتہ کمپاونڈر
۲	لیز نمبر ۵-۳-۱۱۲-۲ حبیب اللہ کمپنی	-	-	۲	ایضاً
۳	لیز نمبر ۳، ۴، ۱، ۸، ۹ سنٹرل پی ایم ڈی سی	۲	۲	۳	ایک ڈاکٹر ایم بی بی ایس ایک لیڈی ڈاکٹر ایم بی بی ایس دو نرس سند یافتہ تین کمپاونڈر سند یافتہ
۴	لیز نمبر ۹ سنجدی گیلانی کمپنی لمیٹڈ	-	-	۱	سند یافتہ کمپاونڈر
۵	لیز نمبر ۱ سنجدی یونائیٹڈ منرل کمپنی	-	-	۱	ایضاً
۶	لیز نمبر ۲ ڈگاری فلات کول کمپنی	-	-	۱	ایضاً
۷	لیز نمبر ۲ ڈگاری پی ایم ڈی سی	-	-	۳	کمپاونڈر و نرس سند یافتہ سورینج کا ڈاکٹر و لیڈی ڈاکٹر ہفتہ میں دو دفعہ اس کان پر جاتے ہیں۔

نمبر شمار	کان معہ نام مالک	تعداد ڈاکٹر	نرس	کمپاؤنڈر	تعلیمی قابلیت
۸	لیز نمبر، حادو وار ڈمپر کول کمپنی	-	-	۱	سند یافتہ کمپاؤنڈر
۹	شارگ کالری پی اینڈ ڈی سی	۱	۱	۲	ڈاکٹر ایم بی بی ایس

باقی کانوں میں فسٹ ایڈ کا سامان ہے۔ نگران عملہ فسٹ ایڈ پاس ہوتا ہے، جو زخمی کو فسٹ ایڈ کرنے کے بعد نزدیکی اسپتال یا ڈسپنسری میں بھجوا دیتا ہے۔

جملہ کانوں میں کم و بیش قانون اور قاعدے کے مطابق کام ہوتا ہے۔ کسی کان میں بھی حتمی طور پر پورے قوانین و قواعد کی پابندی نہیں ہوتی، کیونکہ کانیں زیر زمین آگے بڑھتی رہتی ہیں، اور یہ مسلسل عمل ہے۔ اس لئے قوانین کی کسی نہ کسی خلاف ورزی کا پایا جانا ہر کام میں کسی بھی وقت ممکن ہے۔

مسٹر محمود خان اچکزئی:۔ جناب پتہ نہیں ہے کہ وزراء صاحبان جواب پڑھتے ہیں یا نہیں۔ میرے سوال کے جزو (الف) کے جواب میں کہا گیا ہے کہ:۔

تعداد مائننگ لیز۔ ۸۵

اور جواب کے جزو (د) میں کہا ہے کہ "البتہ فلیم پروف بجلی کی موٹریں، تاریں اور سوئچز وغیرہ صرف دو مالکان کے تیرہ لیزوں کان کوئٹہ میں موجود ہیں باقی تقریباً ایک سو کانہائے کوئٹہ کے لیزوں میں جو چالو حالت میں ہیں" تو یہ کل ایک سو تیرہ بنتی ہیں۔ جبکہ جزو الف میں ۸۵ بتائی گئی ہیں۔

وزیر اعلیٰ:۔ میرے معزز رکن بڑے سمجھدار ہیں۔ لیکن میں ان کی خدمت میں عرض کر دوں کہ ایک لیز کے اندر مختلف کانیں ہوتی ہیں۔

مسٹر محمود خان اچکزئی:۔ جناب میں بتاؤں

جزو (الف) میں تعداد مائننگ لیز۔ ۸۵

فلیم پروف وغیرہ جن میں موجود۔ ۱۳

موجودہ چالو حالت میں جو ہیں۔ ۱۰۰

یہ تو کل ایک سو نیوبی ہیں۔ لیکن جزو الف میں ۸۵ کیوں بتایا گیا ہے۔

وزیر اعلیٰ:۔ میں نے جواب دے دیا ہے۔

مسٹر محمود خان اچکزئی:۔ اس سوال کے جواب میں صفحہ آخر میں ہے کہ حتمی طور پر پورے قوانین و قواعد کی پابندی نہیں کی جاتی۔ جب قوانین و قواعد کی پابندی نہیں کی جاتی تو کام کیوں ہوتا ہے۔؟

وزیر اعلیٰ:۔ حکومت تو چاہتی ہے کہ حتمی طور پر قوانین و قواعد کی پابندی کی جائے لیکن بعض اوقات کچھ مشکلات ہوتی ہیں۔ مثلاً مشینوں کا نہ ملنا اور لوازمات جو نہایت ضروری بھی ہوتے ہیں ساتھ ہی زرمبادلہ اور ایسی دوسری مشکلات پھر بھی میں نے نوٹس جاری کیا ہے۔ کہ تمام قاعدہ ضابطہ کی پابندی کی جائے اور اگر آئندہ کسی بھی لیز کے مالک نے پابندی نہ کی تو حکومت ان کے لیز منسوخ کر دے گی۔

مسٹر اسپیکر:۔ اگلا سوال

٭ ۸۲۹ مسٹر محمود خان اچکزئی۔

کیا وزیر معدنیات و قدرتی وسائل از راہ کرم بیان کریں گے کہ

(الف) صوبائی حکومت کو کوئلہ، سنگ مرمر اور دوسرے معدنیات پر فی ٹن کتنی رائلٹی ملتی ہے؟ اور ہر معدنی دولت کی سرکاری قیمت فی ٹن کیا ہے؟

(ب) سالانہ ہر معدنی دولت کی کل کتنی رائلٹی حکومت کو ملتی ہے، علیحدہ علیحدہ بتلایا جائے؟

(ج) کوئلہ، سنگ مرمر اور دوسرے معدنیات میں سے ہر ایک کی پیداوار سالانہ کیا ہے؟

۱۹۷۴ء میں کتنی تھی، اور رواں سال ۱۹۷۵ء میں کتنی ہے؟

وزیر اعلیٰ:-

(د) صوبائی حکومت نے مختلف معدنیات پر رائلٹی حسب ذیل عائد کی ہے۔

نام معدنیات	رائلٹی کی شرح فی ٹن
کوئلہ	۳/۵۰ روپے
سنگ مرمر (آرگونائٹ)	۲۰/۰۰ "
سنگ مرمر (معمولی)	۵/۰۰ "
گندھک	۴/۲۵ "
بیرائٹس	۵/۰۰ "
باکسائٹ	۳/۰۰ "
بینٹونائٹ	۶/۰۰ "
کروم	۵/۰۰ "
سیلیٹائٹ	۳/۰۰ "
ڈولومائٹ	۱/۰۰ "
فیسپر	۲/۰۰ "
فائر کلے	۲/۰۰ "
فلورائٹ	۵/۰۰ "
فلوارتھ	۱/۰۰ "
بجری و معمولی پتھر	۱/۰۰ "
جپسم	۲/۰۰ "
آئرن اور	۳/۵۰ "
سیسہ	۵/۰۰ "
میگنیسائٹ	۳/۰۰ "
کوارٹز	۲/۰۰ "

سلیکا سینڈ	۱/۰۰ روپے
سوپ سٹون	۴/۰۰ 〃
مینگانیز	۳/۷۵ 〃

جہاں تک مختلف معدنیات کی سرکاری قیمت کا تعلق ہے، اس ضمن میں گذارش ہے، کہ صوبائی حکومت نے کوئی سرکاری قیمت مقرر نہیں کی ہے، تاہم گذشتہ موسم سرما کے دوران عوام کو کوئلہ مہیا کرنے کے لئے حکومت نے مبلغ ۱۵۰/- روپے فی ٹن قیمت مقرر کی تھی۔

(ب)، حکومت کو مختلف سالوں میں رائلٹی کی مد میں مختلف رقوم موصول ہوتی رہی ہیں۔ تاہم گذشتہ سال ۷۴-۱۹۷۳ء میں جو رقوم وصول کی گئی تھی، اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

نام معدنیات	رقم
کوئلہ	۳۱,۶۶,۴۹۰ روپے
سنگ مرمر	۵,۹۲,۴۰۲ 〃
کروم	۱۰۳۸،۴۰۱ 〃
فلورائٹ	۶,۶۹۵ 〃
گندھک	۱۴,۷۳۴ 〃
بیرائٹس	۳۲۳ 〃
میگنائٹ	۱۱,۷۷۱ 〃
بجری	۵,۱۸۶ 〃
ایبری سٹون	۲,۴۵۴ 〃
کل ٹوٹل	۳۹,۳۸,۲۱۹ روپے

(ج)، صوبہ بلوچستان میں مختلف معدنیات کی پیداوار ۱۹۷۱ء سے سال رواں ۳۱ مارچ ۱۹۷۵ء تک درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام معدنیات	سالانہ پیداوار ٹنوں میں				
		۱۹۷۱ء	۱۹۷۲ء	۱۹۷۳ء	۱۹۷۴ء	۱۹۷۵ء
۱	کوئلہ	۸۳۰,۱۴۴	۷۱۱,۵۲۳	۷۳۹,۲۶۹	۶۲۵,۲۳۱	۴۴۰,۵۰۸
۲	سنگ مرمر	۱۱,۵۱۸	۳۰,۳۶۹	۱۷,۱۳۷	۱۹,۹۱۲	۵,۹۵۷
۳	کرومائیٹ	۲۶,۸۵۶	۲۹,۹۹۷	۱۹,۷۶۶	۹,۳۲۹	۱,۷۸۹
۴	فلورائٹ	۲,۶۹۴	۱,۷۷۳	۸۷۶	۶۸	-
۵	میگنا سائٹ	۲۱۸	۵۱۲	۳,۷۲۷	۲۷۱	۲,۸۹۶
۶	گندھک	۲,۵۹۴	۳,۳۶۶	۲,۸۴۲	۱,۰۵۴	۱۰۵
۷	مینگانیز	۹۰	۱۳۰	۹۰	۷	۱۷
۸	جپسم	-	-	-	-	-
۹	گریول بجری		-	۳,۳۰۴	۹,۳۲۹	۱۰,۸۸۳
۱۰	ایبری سٹون	۱,۰۱۰	۲,۳۰۴	۸۷۹	۲,۷۶۰	۱۶۳
۱۱	لیڈ اور	۱۲	-	-	-	-
۱۲	بیرائٹس	-	-	-	۳,۲۳۲	-

مسٹر اسپیکر: وقفہ سوالات ختم ہوا۔

قرارداد

کانوں کو قومی ملکیت میں لیا جانا

مسٹر اسپیکر: مسٹر محمود خان اچکزئی کی طرف سے ایک قرارداد ہے۔ جسے وہ پیش کریں۔

مسٹر محمود خان اچکزئی: جناب والا! میں حسب ذیل قرارداد پیش کرتا ہوں:
یہ اسمبلی صوبائی حکومت سے سفارش کرتی ہے کہ صوبہ کی تمام کانوں کو قومی ملکیت

میں لے لیا جاوے۔

مسٹر اسپیکر: قرارداد یہ ہے۔
یہ اسمبلی صوبائی حکومت سے سفارش کرتی ہے کہ صوبہ کی تمام کانوں کو قومی ملکیت میں لے لیا جاوے۔

وزیر اعلیٰ: جناب والا! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں اور اس وجہ سے مخالفت کرتا ہوں کہ . . . . .

مسٹر اسپیکر: وجہ تو آپ ابھی نہیں بتائیں گے۔ پہلے مسٹر محمود خان بولیں گے کیوں کہ انہوں نے یہ قرارداد پیش کی ہے۔

مسٹر محمود خان اچکزئی: جناب والا! میری اس قرارداد کے پیچھے نہ کسی شخص کے ساتھ ذاتی دشمنی ہے نہ کسی کان مالک کے ساتھ حسد اور نہ ہی کوئی تخریبی جذبہ کار فرما ہے۔ مگر جناب اس کے پیچھے صرف اور صرف بلوچستان کی بھلائی ہے اور اُن تقریروں کا جذبہ ہے جو گزشتہ سال ۱۸ جولائی ۱۹۷۴ء کو اس اسمبلی میں اس قسم کی قرارداد کو پیش کرتے وقت میرے ساتھیوں نے کی تھیں۔ مجھے بڑا بھروسہ تھا۔ بلکہ یقین تھا۔ کہ میری اس قرارداد کی کوئی مخالفت نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس قرارداد کا تعلق بلوچستان کی بھلائی اور بلوچستان میں غربت دور کرنے سے ہے اور بلوچستان کو ایک ترقی پذیر صوبہ بنانا ہے۔ مگر مجھے بڑا افسوس ہے کہ قائد ایوان نے پتہ نہیں کن وجوہ کی بناء پر اس کی مخالفت کر دی۔

جناب والا! روز اوّل سے انسانی معاشرہ بنتا چلا آیا ہے اور معاشرتی اصولوں میں تبدیلیاں چلی آرہی ہیں۔ اور یہ تبدیلیاں معاشرے میں اجتماعی اور انفرادی بھلائی کا سبب بنتی چلی آرہی ہیں۔

معاشرتی تبدیلیوں میں سیاسی اور معاشی تبدیلیوں کو اولیت بلکہ اہمیت حاصل
رہی ہے جہاں تک سیاسی تبدیلی کا تعلق ہے تو مروجہ اصولوں کے تحت
اُن میں بھی ردوبدل ہوتا رہا ہے۔ اور لوگوں کا تعلق حاکم اور محکوم کے لئے
محدود نہیں۔ جہاں تک اقتصادی تبدیلیوں کا تعلق ہے ان میں بھی مروجہ
اصولوں کے تحت تبدیلیاں آتی رہی ہیں۔ کسی ملک کے معاشرے یا صوبے کی
پیداواری قوت اس کی ملکیت اور ان سے پیدا شدہ فائدوں سے متعلق ہے

جناب والا! انسانی معاشرہ آزادی حاصل کرنے میں سیاسی طور پر بہت
حد تک کامیاب ہو چکا ہے۔ یعنی انسانی معاشرے میں حاکموں کی حیثیت خداوند
تعالیٰ کے جانشین اور ایک مطلق العنان آمر سے گر کر عوامی نمائندہ کی سی
ہو گئی ہے۔ اور وہ عوام کے سامنے جواب دہ ہو گئے ہیں۔ مگر ابھی تک
ایسے لوگ موجود ہیں۔ جن کا معاشرے میں چھوٹا حصہ ہے۔ مگر اُن کا ملک
کی قلیل پیداواری صلاحیتوں پر قبضہ ہوتا ہے اور وہ اس پیداوار سے حاصل
شدہ منافع اور پیسے کو اپنی ذاتی آرام و آسائش اور اپنی عیاشیوں کے
لئے استعمال کرتے ہیں۔

جناب والا! یہی حالات ہوتے ہیں کہ یہ لوگ ملک کے بیشتر وسائل
پر قابض ہو جاتے ہیں۔ یہی ناگفتہ حالت نہ صرف ترقی پذیر ممالک کی ترقی
کی راہ میں حائل ہیں بلکہ اس سے معاشرتی برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔

جناب والا! اگر میری دلیل غلط ہے تو کیا وجہ ہے کہ چین جیسے ابھی
تک افیونیوں کی ملت کہا جاتا تھا۔ وہ افیون خوروں کی قوم کہلاتے
تھے۔ جس نے غیر ملکی استعمار سے آزادی ہم سے ایک سال بعد حاصل کی۔
اب وہ نہ صرف دُنیا کی بڑی طاقتوں کی صف میں کھڑا ہے۔ بلکہ اس ملک
کے لوگوں کا معیار زندگی ہمارے لوگوں سے بلند ہے بلکہ وہ اور بھی اچھائی
کی طرف بڑھ رہا ہے۔

جناب والا! اگر میری دلیل غلط ہے تو کیا وجہ ہے کہ جب انفرادی طور
پر لوگ پیداوار پر قابض ہو جاتے ہیں یہ چیز ملک کی ترقی کی راہ میں حائل

بھتی ہے ۔ جس کی مثال یہ ہے کہ ترکی جو ١٩٢٠ء سے ہے کہ ابھی تک معاشرتی ترقی کی طرف کوشاں ہے ۔ لیکن اس کے ساتھ آج تک وہ غیر ملکی امداد کا خواہاں اور خواستگار ہے ۔ اور اس کے برعکس یوگوسلاویہ جو بعد میں آزاد ہوا کا شمار ان ملکوں میں ہوتا ہے ۔ جو غریب ممالک کو امداد دے رہے ہیں اور پیسہ دے رہے ہیں ۔

جناب والا ! اگر میری دلیل غلط ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہندوستان کی ریاست کیرالہ جس پر کچھ عرصہ تک کمیونسٹ پارٹی کی حکومت تھی ۔ کا تعلیمی معیار ہندوستان کے تمام صوبوں سے بہتر ہے ۔

جناب والا ! اگر میں غلطی پہ ہوں تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہمارے مسلمان عرب بھائی جو آج دولت کی مساویانہ تقسیم کی پالیسی پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کر رہے ہیں تا کہ دولت کی غلط تقسیم نہ ہو ۔ اور دولت کی مساوی تقسیم سے عوام اور ملک ترقی کر سکیں ۔

جناب والا ! اگر معزز اراکین صنعتوں کو قومیانے کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہر قدامت پسند حکومت اور ہر غلط حکومت نے بھی قومیانے کی پالیسیوں میں اُن صنعتوں کو اولیت دی اور ایسی صنعتوں کو قومیانہ شروع کیا ہے ۔ جن میں انسانی کاوشوں کا عمل دخل نہیں تھا ۔ یعنی ان میں قدرتی ذرائع کا عمل زیادہ رہا ہے ۔ قدرتی وسائل کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان کے وسائل لامحدود ہوتے ہیں ۔ یعنی قدرت کے عطا کردہ وسائل میں پیداواری قوت کا ذخیرہ لامحدود ہوتا ہے ۔ جس کو کم کیا جا سکتا ہے بلکہ بڑھایا نہیں جا سکتا ہے ۔

جناب والا ! اس سلسلہ میں دو قسم کے لوگوں کے مفادات ہیں اس قسم کے وسائل کو ہماری مسلمی زبان میں قدرتی وسائل کہتے ہیں ۔ ایسے وسائل سے اجتماعی مفاد اور ذاتی مفاد یا ملک کے مفاد میں بڑا فرق ہوتا ہے ۔ بعض ممالک ان وسائل کو انفرادی فائدے کے لئے استعمال کرتے ہیں ۔ اور معاشرے کا استحصال کرتے ہیں ۔ ایسی صنعتوں کی اقتصادی خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان کے چلانے والے اجتماعی مفاد ذاتی مفاد اور ملک کے مفاد کے علاوہ

انفرادی استعمال کی خاطر معاشرے کا استحصال کرتے ہیں۔

جناب والا! آج کی اس قرارداد کا مقصد یہ ہے کہ صوبہ بلوچستان کے کان کنی کی صنعت کے بارے میں اس ایوان سے درخواست اور گزارش کروں کہ اس کو قومیانے میں میرا ساتھ دیں تاکہ اس صنعت کو قومیانے میں تاخیر نہ ہو۔

جناب والا! اس سلسلہ میں سب سے پہلے میں ان برائیوں اور خامیوں کا ذکر کروں گا جو اس صنعت کے نجی ہونے کی حیثیت سے رونما ہوتی ہیں یہ خامیاں نہ صرف صوبائی حیثیت کی ہیں۔ بلکہ قومی حیثیت کی بھی ہیں۔ پہلے میں ذکر کروں گا۔

کان کنی صنعت کی مالکانہ خصوصیات:۔ اگرچہ صوبہ بلوچستان کے کان کنی کے ادارے برائے نام تو لمیٹڈ کارپوریشن ہیں۔ مگر جناب والا افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ درحقیقت بلوچستان میں یہ خاندانی جاگیر کی حیثیت سے قائم ہیں۔ اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ میں کچھ کمپنیوں کے بورڈ آف ڈائریکٹرز اور حصہ داروں کے نام اس ایوان کو بتلاؤں گا۔ جناب والا! ایک کمپنی جس کا نام پاک انڈسٹریل اینڈ مائننگ کمپنی یا کارپوریشن ہے۔ اس کے حصہ دار میر قادر بخش، میر نبی بخش، میر امام بخش اور میر خدا بخش ہیں۔

جناب والا! آپ سب بلوچستان کے رہنے والے ہیں۔ اور آپ جانتے ہوں گے کہ یہ سب افراد ایک ہی خاندان کے ہیں۔ اس طرح یہ کارپوریشن ایک خاندانی جاگیر ہے۔ جناب والا! ایک اور لمیٹڈ کمپنی ہے۔

"ملک ولایت حسین اینڈ سنز" اس کے حصہ دار اور بورڈ آف ڈائریکٹرز ملک ولایت حسین۔ ایم سجاد حیدر اور ایم افتخار حیدر ہیں۔ یہ باپ بیٹے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے پاس ایک دیانتدار وزیر ہیں۔ ان کی بھی کمپنی ہے اور ان کے [illegible] ہیں۔

ایک آواز:۔ کون سے دیانت دار وزیر؟

مسٹر محمود خان اچکزئی :- جناب والا ایک طرف تو منافع کی تقسیم ایک ہی خاندان تک محدود ہوتی ہے۔ پھر خدانخواستہ اگر نقصان کی صورت پیش آجائے تو اس کے لئے انہوں نے بہت اچھا طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ کہ کسی بھی کان مالک نے کان کنی سے حاصل شدہ سرمایہ بلوچستان میں نہیں لگایا۔ کان کنی کا سارا سرمایہ اس ڈر سے کہ کہیں اگر کان کنی میں نقصان ہو جائے تو ہمارے سرمایہ پہ اثر پڑے بلوچستان سے باہر لگایا جا رہا ہے۔ یہ حقیقت ہے اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ کانوں سے کمایا ہوا منافع، بلوچستان سے کمایا ہوا منافع بلوچستان سے باہر لگ رہا ہے۔

جناب والا! دوسری بات یہ ہے کہ ان خاندانی صنعتوں نے بالکل ایسی صورت اختیار کر لی ہے۔ جیسے زمیندارانہ جاگیریں ہوتی ہیں۔ زمیندارانہ جاگیروں کو تو ایک ترقی پسند حکومت ایک اچھی حکومت زرعی اصلاحات کے ذریعے ختم کر سکتی ہے لیکن اس جاگیرداری کو نہ تو کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ اس کا صرف اور صرف ایک ہی واحد حل ہے اور وہ یہ کہ تمام کانوں کو قوم کی ملکیت قرار دیا جائے۔

جناب والا! تیسری بڑی وجہ ان کو قومی ملکیت میں لینے کی یہ ہے کہ خاندانی کاروبار ہونے کی وجہ سے بورڈ آف ڈائریکٹر کی من مانی تنخواہیں، گھر کا خرچ اور سفر خرچ وغیرہ کو انکم ٹیکس کی چوری کرنے کے لئے بڑی آسانی سے استعمال کیا جا سکتا ہے جناب والا! ان ڈائریکٹروں کا نام اور کام کمپنی کے بارے میں صرف اور صرف آڈٹ کی کارروائی تک ہی محدود رہتا ہے۔ یوں قدرتی وسائل کے منافع سے چند خاندانوں کو اتنی دولت مل جاتی ہے۔ کہ وہ امیر سے امیر تر ہوتے چلے جاتے ہیں اور ہزاروں غریب ٹی، بی کے مرض کا شکار ہو جاتے ہیں۔

جناب والا! دوسرا عنوان جس پر میں بولنا چاہتا ہوں وہ ہے کان کنی کے مزدوروں کے حالات۔ تو اس بارے میں حضرت علامہ اقبالؒ نے بہت پہلے کہا تھا کہ "ہیں سخت بہت بندہ مزدور کے اوقات"

آج کل کان کنی کے مزدوروں کو جوڑی سر کے ذریعے بھرتی کیا جاتا ہے۔ تو کان کنی کے مزدوروں کو لانے کا یہ طریقہ اور بھر رہن سہن، صحت، خوراک اور تعلیم کا بندوبست بالکل اپنی خطوط پر ہو رہا ہے جو کہ آج کل نسل پرست جنوبی افریقہ میں ہے یعنی کہ مزدوروں کے رہنے سہنے کے لئے یہاں ایسی کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی کہ ایک مزدور اپنے خاندان کے قریب رہ کر ایک عام مزدور کی حیثیت سے گھریلو زندگی گذار سکے یا یہ کہ وہ اپنے بال بچوں کا حق ادا کر سکے اور ان کی پرورش کر سکے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے۔ کہ کان کا مزدور اپنی اکتاہٹ، قدرتی خواہش، اور تھکان دور کرنے کے لئے مجبور ہوتا ہے کہ تنخواہ کی ادائیگی کا دن یعنی جمعہ کی مبارک شام اس بازار کی گلیوں میں گذارے اور اس کے بدلے میں اپنا گاڑھے پسینے سے کمایا ہوا پیسہ ادا کرے اور وہ اس کے عوض انتہائی بدترین اور غلط قسم کے جنسی امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔

جناب والا! اس وقت تمام کانوں میں تقریباً چالیس ہزار مزدور کام کر رہے ہیں ابھی میرے ایک سوال کے جواب میں وزیر اعلیٰ نے وہاں ہسپتالوں، ڈاکٹروں اور نرسوں وغیرہ کی تفصیل دی ہے تو چالیس ہزار بلکہ اس سے بھی زیادہ مزدوروں کے لئے صرف تین ڈاکٹر چار نرسیں اور پتہ نہیں کتنے کمپاؤنڈر ہیں۔ تو وہاں صحت کا یہ انتظام ہے اس کے علاوہ مزدور اگر بیمار ہو جائے یا اس کے کام کرنے کی سکت ختم ہو جائے تو اس کو ہمارے کان مالک کچھ نہیں دیتے اور اگر کچھ پیسہ دیتے ہیں تو صرف اس وقت جب وہ غریب مزدور ان کی عیاشی کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے۔ یعنی مر جاتا ہے۔ تب اس کو کل پندرہ ہزار روپے دیتے ہیں۔ اس میں بھی کوشش کی جاتی ہے۔ کہ کسی طریقے سے کھا لئے جائیں۔ جناب والا! یہ ان ہی غیر انسانی ماحول سخت مشقت اور ناکافی طبی سہولیات کا نتیجہ ہے کہ کانوں کے مزدوروں میں ٹی بی عام ہے اور یہ مرض انہی کے ذریعے پورے سوات میں پھیلا ہوا ہے اور ہمارے معاشرے میں پھیل رہا ہے اسی لئے میں نے کہا تھا کہ کچھ قومی نقصانات بھی ہیں۔ اس ٹی بی کو کنٹرول کرنے میں مرکزی حکومت کا جتنا خرچ آرہا ہے اس کا اندازہ آپ نہیں کر سکتے۔

جناب والا! دوسرا قومی نقصان یہ ہے کہ بے انتہا پریشانیوں کی وجہ سے مزدور کی کام کرنے کی صلاحیت کم یا بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ اور یہ صرف اس لئے کہ وہ غریب والئی سوات کے استحصال سے بچنے کے لئے یہاں بھاگ آتا ہے اور یہاں آکر کان مالکوں کے استحصال میں پھنس جاتا ہے یہ حقیقت ہے ۔ ۔ ۔ ۔

وزیر اعلیٰ: والئی سوات تو اب نہیں ہیں۔

مسٹر محمود خان اچکزئی:۔ میں تفصیل بتا رہا ہوں۔
میں یہ کہہ رہا تھا۔ کہ جس علاقے سے مقامی لوگوں نے کانوں میں کام کرنا شروع کیا ہے۔ وہاں بھی ٹی بی پھیل رہی ہے اور سب سے بڑا ظلم جو ان مزدوروں کے ساتھ روا رکھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ان کو اتنی کم اور قلیل تنخواہ دی جاتی ہے۔ کہ اس سے وہ بمشکل اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پال سکتا ہے۔ میری پچھلی قرارداد کے موقع پر جناب سیف اللہ پراچہ نے کہا تھا کہ یہ ضروری ہے کہ مزدور کا ایک بچہ مفت تعلیم حاصل کرے اور یہ کان مالک کے لئے مرضی ہوگا۔ تو اگر مجھے ایسے دو سو مزدوروں کے بچوں کی بھی نشاندہی کرا دی گئی کہ فلاں فلاں کان مالک نے فلاں فلاں مزدور کے بچوں کو تعلیم دی تو شاید میں اپنی قرارداد واپس لے لوں۔ جناب والا! قانون ہونے کے باوجود اتنی بڑی آبادی کے لئے نہ تو کوئی تعلیمی سہولت ہے۔ اور نہ ان کو کوئی دوسری مراعات دی جاتی ہیں۔ وہ غریب سورج چڑھنے سے پہلے کدال اور بیلچہ لیکر ان صاحبوں کی کانوں کے اندر چلے جاتے ہیں۔ ان کے لئے کام کرتے ہیں، آٹھ، نو گھنٹے مشقت کرتے ہیں لیکن جب دولت کی تقسیم ہوتی ہے تو ان کو صرف دو وقت کی روٹی اور اپنے بال بچوں کے پالنے کا حصہ ملتا ہے اور باقی سب اس صاحب کو ملتا ہے کہ جس نے نہ کبھی کان کے اندر جانے کی کوشش کی ہے۔ اور نہ کبھی کان کے اندر گیا ہے۔ اور جن کے ہاتھ عورتوں سے بھی زیادہ نازک ہوتے ہیں، کماتا مزدور ہے۔ بیلچہ چلاتا مزدور ہے

کدال چلاتا مزدور ہے۔ لیکن پیسہ ہمارے پاس آتا ہے۔ تیمور شاہ کے پاس جاتا ہے
سیف اللہ پراچہ کے پاس جاتا ہے یا کسی اور کے پاس۔ جو کسی طرح سے بھی جائز
نہیں ہے اور پھر ان کے ساتھ ظلم یہ جناب والا! کہ ان غریبوں کے بچوں کے
لئے تعلیم کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا۔ پاکستان ایک غریب ملک ہے ،
بلوچستان ایک غریب صوبہ ہے تو جس وقت تک ہمارا یہ نظریہ ختم نہیں
ہو جاتا کہ ایک مزدور کا بچہ مزدور ہو گا۔ ایک موچی کا بچہ موچی ہو گا۔ اور ایک درزی
کا بچہ درزی ہی ہو گا۔ اور جب تک غریبوں کے بچے تعلیم حاصل کر کے
قیادت نہیں سنبھالیں گے اس وقت تک نہ تو اس ملک کے اندر تعلیم
عام ہو سکتی ہے اور نہ یہ ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے۔

جناب والا! میرا دوسرا عنوان جس پر میں بولنا چاہتا ہوں وہ حادثات اور اس
کی وجوہات ہے۔ کانوں میں آئے دن حادثات ہوتے رہتے ہیں لیکن آج تک
یہ بات سامنے نہیں آ سکی کہ فلاں حادثہ کیسے پیش آیا صرف اتنا پڑھ لیتے
ہیں۔ کہ اتنے آدمی مر گئے اور ان کی لاشیں ان کے آبائی گاؤں پہنچا دی گئیں
(ابھی حال ہی میں ایک حادثہ میں ۲۱ آدمی مرے ہیں) اس کے علاوہ نہ تو
کوئی قانونی کارروائی کی جاتی ہے۔ نہ کسی لیز کی ضبطی
ہوتی ہے نہ کوئی جرمانہ اور نہ کسی کو سزا دی جاتی ہے۔ ان کان مالکوں کی ذہنیت
ایک سرمایہ دارانہ ذہنیت ہے میں سب کو تو نہیں کہہ سکتا لیکن میرا اندازہ
ہے کہ کانوں کے مالکان اپنی مشنری اور دیگر اشیاء کا بیمہ ضرور کراتے ہوں گے۔
میں اس بات کو کہنے سے پہلے ایک بار پھر کہوں گا کہ میرا مطلب ان کان مالکوں
سے نہیں ہے۔ جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں تو آپ نے دیکھا ہو گا اور اس اسمبلی
کے تمام ممبران نے دیکھا ہو گا کہ سرمایہ دار اپنا بیمہ حاصل کرنے کے لئے
بھی حادثہ کر سکتے ہیں۔ میں نے تو یہاں تک دیکھا ہے کہ وہ اپنے گھروں
کو آگ لگا دیتے ہیں اپنی کار کو آگ لگا دیتے ہیں صرف اس لئے کہ اتنے
لاکھ روپے بیمہ مل جائے گا۔ میں سب کو الزام نہیں دوں گا بہرحال سرمایہ دارانہ
ذہنیت میں یہ چیز بھی عام ہے۔

جناب والا! اس اسمبلی کے ایک ذمہ دار وزیر نے مجھے ابھی جو معلومات فراہم کی ہیں ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ۸۵ مائننگ لیزز ہیں سے صرف پندرہ لیزز میں کوالیفائڈ انجینئر کام کرتے ہیں اور پھر وزیر صاحب نے کان مالکان کی اس کوتاہی پہ پردہ ان الفاظ میں ڈالا ہے۔ کہ البتہ باقی تمام کانیں بھی مستند منیجروں کی نگرانی میں چلائی جا رہی ہیں۔ یہ کوتاہی اس دور میں جب کہ بلوچستان میں بلکہ پورے پاکستان میں بے روزگار انجینئر موجود ہیں اور میرے خیال میں یونیورسٹی آف انجینئرنگ، ٹکنالوجی لاہور ہر سال سو سے زیادہ مائننگ انجینئر فراہم کرتی ہے اس لئے ہمیں یقین ہے، ہمیں پورا بھروسہ ہے کہ اگر لوگوں کی خواہش ہو تو ہماری ضرورت صرف انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور ہی پوری کر سکتی ہے۔ لیکن اس میں پیسے کی ضرورت ہو گی، انجینئر پیسہ مانگیں گے۔ منافع میں کمی ہو گی۔ اس لئے ایسا نہیں کیا جاتا تو میرے خیال کے مطابق اس بات کا حل کہ وہ انجینئر نہیں رکھتے ان کو قومی ملکیت میں لے لینا ہے۔ پھر ان ہی استحصالی قوتوں کی ترجمانی کرتے ہوئے وزیر صاحب فرماتے ہیں کہ قطعی طور پہ یہ کہنا مشکل ہے کہ ......

وزیر مالیات (سردار غوث رئیسانی):- پوائنٹ آف آرڈر۔ قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی کے صفحہ ۵۵ پر ہے تقاریر کے لئے وقت کا تعین۔ تو آپ وقت کا تعین کر دیں۔

مسٹر اسپیکر:- محرک کے لئے آدھ گھنٹہ ہوتا ہے وزیر متعلقہ جو اس کا جواب دیتے ہیں اس کے لئے بھی آدھ گھنٹہ باقی سب ممبران کے لئے دس دس منٹ ہوتے ہیں۔

وزیر مالیات:- کسی تحریک پر اسپیکر کی اجازت کے بغیر کوئی ممبر دس منٹ سے زیادہ تقریر نہیں کرے گا۔

مسٹر اسپیکر:- نہیں لیکن محرک کے لئے آدھ گھنٹہ ہوتا ہے۔

مسٹر محمود خان اچکزئی:- جو وقت انہوں نے لیا ہے میں لوں گا۔ ۱۰ منٹ ضائع کئے ہیں (ہنسی)

مسٹر اسپیکر:- اب دس منٹ اور ہیں آپ کے۔

مسٹر محمود خان اچکزئی:- پانچ منٹ اور لوں گا۔ کیونکہ کچھ انہوں نے گڑبڑ کی ہے آپ نے دیکھا ہے کہ انہوں نے پانچ منٹ ضائع کئے ہیں۔ تسلسل ٹوٹ گیا ہے وزیر موصوف اپنی اس استحصالی قوتوں کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قطعی طور پر ایک کان میں پورا سامان موجود ہے۔ یا نہیں جناب والا! خون سستا کوئلہ اور سنگ مرمر مہنگا۔ اور یہ اس ملک میں جہاں کی سرکاری جماعت کی سیاست جمہوریت دین اسلام اور معیشت سوشلزم ہے اسی ایوان میں میں نے کہا تھا کہ اس صوبہ بلوچستان میں پیپلز پارٹی کی عملی طور پر کوئی حکومت نہیں ہے یہاں موقع پرست سیاست دانوں کا جمگھٹا ہے یہاں موقع پرست سیاستدانوں کا ٹولہ ہے اس چیز کی میں پھر وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ جناب والا اس اسمبلی میں کھڑے ہو کر قائد عوام قائد ایشیا ترقی پسند حکومت کی باتیں ہوتی ہیں، کچھ لوگ تو اپنی بات کو بھول جاتے ہیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ کل حکام صاحب نے ٹریژری بینچز سے کہا تھا کہ بلوچستان کا ....

وزیر مالیات:- پوائنٹ آف آرڈر — میں ایک قاعدہ کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ اجازت ہے۔

مسٹر محمود خان اچکزئی:- میں تو وہ پڑھنا چاہتا ہوں جو جام صاحب نے کہا تھا اس کے بعد بیٹھ جاؤں گا۔ لیکن وہ چھوڑتے ہی نہیں ہیں۔

مسٹر اسپیکر:- اچھا وعدہ پورا کریں۔

مسٹر محمود خان اچکزئی:- اچھا جی وہ جام صاحب کا وعدہ نہیں ہے وہ میرا وعدہ ہے میں ان کے وعدہ کے متعلق ابھی بتاؤں گا۔ جناب والا وعدہ سے متعلق ایک بات یاد آئی کہ ۱۸ رجولائی کو ایک قرار داد اس اسمبلی میں پیش ہوئی تھی۔ جس پر جام صاحب نے ایک وعدہ فرمایا تھا یہ قائد ایوان کی تقریر صفحہ ۲۶ پر ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ ہم اس صنعت کا پوری طرح سے جائزہ لیں گے ان کو دیکھیں گے کوئلہ اور دیگر کانیں جو معدنیات وغیرہ کی ہیں ان سب کے لئے کمیٹی مقرر کریں گے۔ ان سب کا پوری طرح جائزہ لیں گے اس کو دیکھیں گے پھر بعد میں کوئی فیصلہ ہو سکے گا میں سمجھتا ہوں کہ اس پر معزز ممبر زیادہ بحث کے لئے اصرار نہیں کریں گے اس وعدہ پر میں آپ کے توسط سے پھر پوچھوں گا کہ کونسی کمیٹی مقرر ہوئی۔ جس کے متعلق اس ایوان میں اس مقدس ایوان میں یقین دہانی کرائی گئی تھی اس نے کیا رپورٹ دی اور اس کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟ اس سلسلے میں رئیسانی صاحب نے جو کچھ کہا وہ بھی بتاؤں گا (ہنسی)

صنعت کی اجارہ دارانہ خصوصیات:-

جناب والا! چونکہ اس صنعت پر چند خاندانوں کا قبضہ ہے یہ صنعت کار اس پوزیشن میں ہیں کہ بازار کے تقاضوں سے ہٹ کر من مانی قیمت مانگیں اور انہوں نے کامیابی کے ساتھ پچھلے سال کوئلے کی قیمت چھ سو روپے فی ٹن سے بھی تجاوز

کردی۔ کوئٹہ کے شہریوں پر اس کی وجہ سے سردیاں کس طرح گزری ہیں۔ شاید اس کا اسمبلی کے ممبروں کو علم نہ ہو لیکن صنعت پر اس کا اثر پڑا یعنی ہمارے سب سے بڑے خریدار پنجاب نے اس کا نعم البدل تلاش کر لیا اور یہ صرف اس وجہ سے کہ حکومت کو خوفزدہ کیا جائے کہ اس صنعت کو نہ قومیاؤ ورنہ خریدار نہیں ملیں گے، خریدار نہیں پاؤ گے یہ بالکل وہی صورت ہے جب گھی کے کارخانوں کو قومیایا گیا تو گھی کے مالکان نے گھی بازار سے غائب کر دیا۔

بلوچستان کی معیشت اور اس کے اثرات

انہیں مرعوب کرنے کے لئے کان کے مالکان بسا اوقات ہم پر احسان جتاتے ہیں کہ یہ صنعت صوبائی حکومت کی آمدنی کا ذریعہ ہے میرے سوال کے جواب میں رائلٹی کی کل آمدنی جام صاحب نے ۱۹۷۳ ۱۹۷۴ء میں ۳۹،۳۸،۲۱۹ روپے بتائی ہے اس کے مقابلے میں وزارت خزانہ کے سکریٹری مسٹر بلونیگر نے ایک مقالے کے مطابق جو کل انہوں نے ایک سیمنار میں پڑھا ہے انہوں نے بتایا کہ زمینوں کی آمدنی ۳،۷۵،۰۰۰ روپے ہے یعنی کانوں جیسی بڑی معدنیات کے مقابلے میں ہماری زمینوں کی آمدنی بھی اس کے برابر ہے اور وہ اس صورت میں زمینداری لاکھوں زمینداروں پر مشتمل ہے اور اس کے برعکس کانوں کی آمدنی صرف ۱۲ یا ۱۴ خاندانوں پر مشتمل ہے کانوں سے جو صوبائی آمدنی کی شکل میں صرف رائلٹی سے جو سنگ مرمر کے علاوہ انہوں نے بتایا تھا۔ جو آپ کے صفحہ ۴ پر بتایا گیا سنگ مرمر کے علاوہ باقی چیزوں پر ۵ روپے فی ٹن سے کم ہے اور سنگ مرمر صرف ۲۰ روپے یعنی اس حد سے بہت کم ہے مجھے علم ہے اور اگرچہ بڑھائیں پھر بھی کم ہے ہم نہیں چھوڑیں گے یہ آمدنی اس خرچ سے مائنز کی ڈولپمنٹ مائنز کی بجلی کی ضرورتوں سے جو مدد کی صورت میں کانوں کو دے رہے ہیں کئی گنا کم ہے یہ رائلٹی جو ہم لے رہے ہیں وہ اس پر خرچ سے بھی کم ہے کیوں کہ یہ مجموعی طور پر خسارے کا سودا ہے۔ یعنی بلوچستان کان کنی نے جو سودا کرنے کا

طریقہ اختیار کر رکھا ہے وہ ابھی تک خسارے کا طریقہ ہے ۔ اس کے علاوہ کان کنی کا منافع بھی ہمارے صوبہ میں نہیں لگتا۔ بلکہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ٹیکس سے بچنے کے لئے کان مالکان تمام آمدنی صوبہ سے باہر لگاتے ہیں دوسرا بڑے بڑے بنگلوں اور لمبی، چوڑی کاروں پر خرچ کرتے ہیں ہم اس کو نمائشی اشیاء کہہ سکتے ہیں اس کا ہم پر منفی اثر پڑتا ہے۔ جناب والا ! جب کوئٹہ میں لمبی چوڑی کاریں چلیں گی جب کوئٹہ میں خوبصورت بنگلے بنیں گے۔ تقلیداً یہاں کے لوگوں کو اس قسم کے اثرات کی ترغیب دی جائے گی کہ جو پیسہ ہے وہ بھی کاروں میں اور بنگلوں میں ڈبو دو۔ جناب والا ! اضافی آمدنی کو سرمایہ کاری میں لگانے کے لئے صرف اور صرف یہی ایک راستہ ہے کہ اضافی آمدنی کو حکومت بلوچستان اپنے کنٹرول میں لے لے اور اس غریب صوبہ پر رحم کے طور پر قدم اٹھائے جناب کچھ وقت ابھی ہے میں ان کے ممکنہ اعتراضات کا جواب دوں گا۔

۱۔ کہ جناب والا مرکزی حکومت نہیں چاہتی اس نے اعلان کیا ہے کیونکہ یہ پیپلز پارٹی سے متعلق ہے اور وہ کسی طریقہ سے اس منشور سے بچنا چاہتے ہیں اس لئے وہ مسٹر بھٹو اور اس کے چند بیانوں کی آڑلیں گے کہ آئندہ کے لئے کوئی اور صنعت قومی ملکیت میں نہیں لی جائے گی ۔ کیونکہ ہمارے اور بھی مسائل ہیں ۔ لہٰذا ہم اپنی پارٹی کے منشور پر عمل نہیں کریں گے مگر میں ان کو یاد دلاؤں کہ کوئلہ، سنگ مرمر اور بیرائیٹ وغیرہ سے مرکزی حکومت کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر ان سے مرکزی حکومت کا تعلق ہوتا اور یہ مرکز کے ماتحت ہوتے تو میرا سو فیصدی ایمان ہے کہ یہ ابھی تک نیشنلائزڈ ہو گئے ہوتے۔ مگر اس کا تعلق صرف اور صرف صوبائی حکومت سے ہے۔

دوسرا اعتراض اُن کا یہ ہو سکتا ہے ۔ جناب والا ! کہ P.I.D.C نیشنلائزڈ کمپنی ہے ۔ اس میں بدعنوانیاں ہو رہی ہیں پیسے کھائے جا رہے ہیں اور یہ خسارہ میں جا رہی ہے ۔ میں ان سے کچھ باتوں میں اتفاق کروں گا ۔ لیکن ایک چیز جو میں

نے P.I.D.C میں عجیب دیکھی ہے وہ یہ ہے کہ P.I.D.C نے جتنی مراعات مزدوروں کی صحت کے لیئے دے رکھی ہیں وہ کسی بھی پرائیویٹ آدمی نے نہیں دی ہیں اور نہ ہی دینے کی خواہش رکھتا ہے۔

اگر PIDC میں کوئی خرابی ہے تو اس کی وجہ NATIONALIZATION نہیں ہے اس میں اس کا قصور نہیں ہے۔ یہاں حضرت عمرؓ کے زمانے کی باتیں ہوتی ہیں۔ کہ جی اُن کے زمانے میں اسلام عروج پر تھا۔ اور ابھی مسلمانوں کی محفل میں شراب پی جاتی ہے عیاشی ہوتی ہے۔ اس میں اسلام کا قصور نہیں ہے قصور تو اسلام چلانے والوں کا ہے لیکن فرق یہ ہے کہ اس وقت حضرت عمرؓ چلانے والے تھے آج حاکم صاحب چلا رہے ہیں۔

وزیر اعلے:۔ آپ مشورہ دیتے ہیں۔

مسٹر محمود خان اچکزئی:۔ تو جناب والا میں کہہ رہا تھا کہ اسمیں NATIONALIZATION کا کوئی قصور نہیں ہے۔

مسٹر اسپیکر:۔ آپکا وقت پورا ہو گیا ہے۔

مسٹر محمود خان اچکزئی:۔ بس جناب میں تقریر ختم کرتا ہوں تو میں گذارش کروں گا۔

مسٹر اسپیکر:۔ صرف دو منٹ آپ کے پاس ہیں۔ اور یہ بھی آپ بحث میں ضائع کر رہے ہیں۔ آپ اپنی بات کریں۔

مسٹر محمود خان اچکزئی:۔ اب رہا مسئلہ اُن صنعت کاروں کے روزگار کا جو کہ

اس صنعت کے ماہر ہیں تو آپ ان کو تنخواہ پر رکھ سکتے ہیں۔ مجھے یقین کامل ہے کہ آپ کے واحد دیانتدار وزیر جو خود کان کے مالک ہیں اگر آپ اس صنعت کو قومی ملکیت میں لے کر یہ منصب ان کے سپرد کر دیں تو وہ یہ کام بخوبی سرانجام دے سکتے ہیں۔

وزیر مالیات سردار غوث بخش رئیسانی:۔ پوائنٹ آف آرڈر! ابھی انہوں نے فرمایا ہے کہ واحد دیانت دار وزیر۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دوسرے تمام وزیر دیانت دار نہیں ہیں۔

مسٹر محمود خان اچکزئی:۔ میں نے کیا کہا ہے۔

وزیر مالیات:۔ آپ نے فرمایا واحد دیانت دار وزیر۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دیگر تمام وزراء دیانت دار نہیں ہیں۔

میر قادر بخش بلوچ:۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ مسٹر محمود خان یہ الفاظ کہہ کر وزراء صاحبان کی توہین کر رہے ہیں۔

مسٹر محمود خان اچکزئی:۔ اگر قادر صاحب کہتے ہیں تو میں اپنے الفاظ واپس لے لوں گا۔

(مداخلتیں)

مسٹر اسپیکر:۔ آپ حضرات آپس میں باتیں نہ کریں کون سے واحد وزیر۔ میں اس کا مطلب نہیں سمجھا۔

وزیر مالیات : انہوں نے فرمایا ہے کہ واحد دیانت دار وزیر اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے وزراء دیانت دار نہیں ہیں۔

مسٹر اسپیکر:۔ یہ تو وسیع بات ہو سکتی ہے۔ نہ معلوم وہ کس ایک کے بارے میں کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے کسی ایک خاص وزیر کا نام تو نہیں لیا ہے۔ کہ کون سے وزیر دیانتدار ہیں۔ . . .

وزیر مالیات:۔ یہ تو وہ ہی جانتے ہوں گے کیونکہ وہ ایک کو جدا کر کے دوسروں کو بددیانت بتا رہے ہیں۔

وزیر اعلیٰ:۔ جناب والا بات یہ ہے کہ . . . .

مسٹر اسپیکر:۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

(ایک آواز۔ حاکم صاحب ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کے بارے میں کہہ رہے ہوں)

(قہقہہ۔ اور تالی کی آواز)

مسٹر اسپیکر:۔ ایوان میں تالی بجانا پارلیمانی آداب کے خلاف ہے۔ ایسے موقع پر آپ میز بجا سکتے ہیں . . . . اب اگلے مقررین بولیں گے۔ جن کی تقریروں کے لئے دس دس منٹ کا وقت مقرر ہے۔

میاں سیف اللہ خان پراچہ وزیر قانون و پارلیمانی امور:۔ جناب اسپیکر! میں نے اپنے معزز دوست محمود اچکزئی صاحب کی تقریر کو بڑے غور سے سُنا ہے۔

اور اس سلسلہ میں میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اُنہوں نے کچھ حوالے دئے ہیں اور کچھ دلائل دئے ہیں جو کہ پچھلے سال بھی دئے گئے تھے۔

جناب اسپیکر! آپ کو یاد ہوگا کہ یہی قرارداد ۸ ر جولائی ۱۹۷۶ء کو محمود خان اچکزئی نے اس ایوان میں پیش کی تھی اس وقت بھی حزب اقتدار کے ممبران بلکہ حزب اختلاف نے بھی حزب اقتدار کے ساتھ مل کر اُس قرارداد کے خلاف ووٹ دیا تھا۔ اور قرارداد کو نامنظور کر دیا تھا۔

محمود صاحب کی تقریر سُننے سے مجھے پہلی بار یہ معلوم ہوا کہ نیشنل عوامی پارٹی کیمونزم چاہتی ہے۔ کیونکہ انہوں نے چین اور کیرالہ اسٹیٹ (جو کہ انڈیا کی ریاست ہے۔) اور یوگو سلاویہ کی مثالیں پیش کیں۔ میں یقیناً یہ سمجھ رہا ہوں کہ وہ ایوان کے اندر کیمونزم کی باتیں کر کے کیمونزم کی اچھائیاں بیان کر رہے تھے اور ہمیں یہ بتا رہے تھے کہ پاکستان میں بھی کیمونزم ہونی چاہیئے۔ اگر یہ صورت ہے تو کم از کم میں اس سے اختلاف کرتا ہوں۔ مجھے پاکستان پیپلز پارٹی کے سوشلزم پر پورا یقین ہے اور میں اس کی پابندی کروں گا اور مجھے کیمونزم سے اتفاق نہیں ہے۔

اگر کیمونزم کو لیا جائے تو جناب! اُس میں ہر قسم کی پیداوار کو نیشنلائز کیا جاتا ہے۔ اس میں زمینوں باغات اور ٹرانسپورٹ سسٹم تجارت، صنعت، غرضیکہ ہر قسم کے ذرائع پیداوار کو نیشنلائز کیا جاتا ہے۔ اور ہمارے پیپلز پارٹی کے منشور میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔ میرے دوست محمود صاحب نے صحیح فرمایا ہے کہ قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے فرمایا ہے۔ اور بار بار فرمایا ہے بیانات دئے ہیں۔ اور یقین دلایا ہے کہ مزید صنعتیں نیشنلائز نہیں ہوں گی جب تک کہ اگلے انتخابات نہ ہو جائیں۔ یہ ان کی پالیسی ہے اس کے برعکس ایک طرف مرکزی حکومت اور صوبائی حکومت نے بھی کہا ہے کہ نجی شعبے میں لوگ آئیں اور صنعتیں لگائیں۔ مگر دوسری طرف یہ NATIONALIZATION کی باتیں کریں لہٰذا اس سلسلہ میں۔ ہمیں ایک ہی

دفعہ MIND MAKE UP کرانا چاہیئے۔ کہ آیا ہم NATIONALIZATION پر عمل کریں یا پھر PRIVATE SECTOR میں NATIONAL INDUSTRY کا مقابلہ کریں۔ دوسری طرف میرے دوست نے لمیٹڈ کمپنیوں کا ذکر کیا ہے میں ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ جہاں تک انہوں نے پرائیویٹ لمیٹڈ کمپنیوں کا ذکر کیا ہے تو PRIVATE SECTOR میں اس کی حیثیت SHARE HOLDING میں پارٹنرشپ اور پروپرائٹرشپ سے کچھ مختلف ہوتی ہے مگر جہاں تک LEASES اور کانوں کا تعلق ہے تو اس کے معمولی شریک ہیں ورنہ PRIVATE SECTOR میں اُسے پبلک لمیٹڈ کمپنی کی حیثیت نہیں دی جا سکتی۔ اگر ہم نے NATIONALIZATION کرنی ہے تو اس کا ثبوت پاکستان منرل ڈویلپمنٹ کارپوریشن ہے۔ ایسی فرموں کو ہمیں اتنی رقم دینی پڑے گی تاکہ وہ ہمارا کام چلائے، آپ اس سے اندازہ لگائیں کہ P.M.D.C جو کہ پہلے PIDC کے نام سے مشہور تھی۔ اس وقت انہوں نے بلوچستان کے اندر آٹھ کروڑ روپے خرچ کئے اور کوئلہ کی سالانہ پیداوار دو لاکھ ٹن سالانہ تھی۔ ان میں مختلف مائنز جن میں شارگ، ڈگاری اور سور رینج شامل ہیں کی COST OF PRODUCTION تین روپے فی ٹن ہے۔ جب اُن کو اپنے گھر میں ہی کوئلہ ۴۵۰ روپے فی ٹن پڑتا ہے اس وقت آپ کو میں یہ تناسب ROUGH FIGURES بتا رہا ہوں، اُن حالات کے باوجود اس وقت کوئلے کا نرخ تقریباً دو سو روپے فی ٹن ہے۔ اور وہ اس خسارہ کو برداشت کرتے ہیں۔ اسی طرح پرائیویٹ سیکٹر میں COST OF PRODUCTION میری معلومات کے مطابق تین سو روپے فی ٹن ہے۔ میں محمود خان صاحب سے یہ پوچھتا ہوں کہ۔ وہ کون سی چیز ہے کہ کوئی مثال ایسی ہو سکتی ہے کہ جس میں COST OF PRODUCTION سے کم قیمت پر کسی نے کوئی چیز عوام کے لئے دی ہو؟ اگر کسی نے کوئی اچھائی کی ہے تو ہمیں کم از کم اس کا اعتراف کرنا چاہیئے کہ مائنز اونرز نے سردیوں میں کوئٹہ شہر کے لئے ڈیڑھ سو روپے فی ٹن کے حساب سے لوگوں کو کوئلہ مہیا کیا ہے۔ جب کہ انہیں اپنے گھر ہی کوئلہ تین سو روپے فی ٹن

پڑتا ہے۔ تو کم ازکم ہمیں اُن کو یقیناً شاباش کہنا چاہیئے نہ کہ ہم ان کو کنڈم کریں۔ انہوں نے مزدوروں کے متعلق فرمایا ہے کہ ان کی حالت خراب ہے تو میں پوچھوں گا کہ اگر یہاں اتنی خرابی ہے تو وہ لوگ سوات کو چھوڑ کر یہاں بلوچستان میں کیوں آتے ہیں ؟

صوبہ سرحد میں بھی اتنے کام ہو رہے ہیں ترقیاتی کام ہو رہے ہیں فیکٹریاں لگ رہی ہیں۔

مسٹر محمود خان اچکزئی:- جناب میں یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ غالباً وہ میری بات سمجھے نہیں ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ لوگ والئ سوات کے استحصال سے تنگ آکر سوات سے یہاں آجاتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: والئ سوات تو اب اقتدار میں نہیں ہیں۔ کافی عرصہ ہوا کہ وہ اپنی پوزیشن سے ہٹ گئے ہیں۔ لوگ تو یہاں مزدوری کرنے آتے ہیں۔ اور میری معلومات کے مطابق یہاں کان کا ایک مزدور دو ہزار روپے ماہوار تک کماتا ہے۔ باقی انہوں نے مزدوروں کو ٹی۔ بی ہو جانے کے متعلق ذکر کیا ہے تو میں اُن سے اتفاق نہیں کرتا ہوں کیونکہ کانوں کا کام سخت ہے اور ایک کمزور مزدور یہ کام نہیں کر سکتا۔ لہٰذا یہاں تک نوبت ہی نہیں پہنچتی اور خدانخواستہ یہ موقع نہیں آتا کہ ایک مزدور کی حالت ٹی۔بی تک پہنچ جائے۔ یہاں صرف صحت مند لوگ ہی کام کر سکتے ہیں۔ اس لئے ان کا ٹی۔بی کے بارے میں جو دعوےٰ ہے میں اس سے اختلاف کرتا ہوں اور اس بات کو نہیں مانتا۔ انہوں نے مزدوروں کا ذکر کیا ہے کہ کانوں میں چالیس ہزار مزدور کام کرتے ہیں تو میری معلومات کے مطابق یہاں کی ساری کانوں میں مزدور بیس ہزار سے زیادہ نہیں ہیں اور اب یہ کم ہو رہے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے کوئلہ کی سالانہ پیداوار گیارہ لاکھ ٹن تھی۔ اب گھٹ کر تقریباً چھ لاکھ ٹن سالانہ رہ گئی ہے۔ جیسا کہ آج ادائیگی

صاحب نے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ اس سال مارچ تک پانچ لاکھ ٹن
پیداوار ہوئی اور اب مارچ سے جون تک زیادہ سے زیادہ ایک لاکھ ٹن اور ہو جائے
گی اس طرح تقریباً چھ لاکھ ٹن کوئلہ کی پیداوار ہے ۔

جہاں تک قومیانے کا تعلق ہے تو ہم چاہتے ہیں کہ پرائیویٹ سیکٹر اور پبلک
سیکٹر میں مقابلہ ہونا چاہیئے ۔ وہ اپنا کام کریں اور کارکردگی دکھائیں اور پرائیویٹ
سیکٹر اپنا کام کرے تو مقابلہ ہونے کی وجہ سے کارکردگی اچھی ہوگی۔ ویسے اگر ان
کو منافع کی فکر ہے یا اس کے خلاف نکتہ چینی کرتے ہیں کہ مزدور کام کرتا ہے اور
مالک کماتے ہیں تو منافع حاصل کرنے کے تو اور بھی بہت سے ذرائع ہیں کیا
کاریگر کام نہیں کرتے جو زمین کے مالک بیٹھ کر کھاتے ہیں ؟ کیا ٹھیکیدار نہیں کماتے
ہیں ۔ جبکہ سارا کام مزدور کرتے ہیں ؟ ایسی اور بھی سینکڑوں مثالیں دے سکتا ہوں
کہ جہاں مزدور کام کرتے ہیں اور دوسرے لوگ منافع حاصل کرتے ہیں ۔ لیکن ہمارے
معاشرے میں ، ہمارے منشور میں ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ مزدور اگر کہیں
کام کریں تو ان کا جو مالک یا ٹھیکیدار ہے اس کو منافع سے محروم کر دیا جائے ۔
کانوں کا کام دنیا کا رسکی ترین کام ہے ، اس میں سب سے زیادہ رسک ہوتے
ہیں ۔ اس لئے حادثات ہر جگہ ہوتے ہیں انگلینڈ میں بھی ہوتے رہتے ہیں ، امریکہ
میں بھی ہوتے رہتے ہیں اور یورپ میں بھی ہوتے رہتے ہیں تو جب تک ہم نے
پہاڑوں کے سینوں سے معدنیات نکالنی ہیں یہ رسک ہمیں لینا ہی پڑے گا ، اس
کی اچھائیاں بھی ہیں اور برائیاں بھی ۔ مگر میں ایک چیز محمود صاحب کو بتاؤں گا کہ
پاکستان کے اندر سوائے مائننگ کے اور کوئی ایسی صنعت نہیں ہے کہ جو اپنے
مزدوروں کو مفت مکان دیتی ہو ، مفت پانی دیتی ہو ، مفت بجلی دیتی ہو ۔ صرف
یہی ایک واحد صنعت ہے کہ جہاں شروع ہی سے مزدوروں کو یہ چیزیں مفت
دی جاتی ہیں ۔ تو میں محمود صاحب سے یہی کہوں گا کہ جو سہولتیں دوسری صنعتوں
کے مقابلے میں ان مزدوروں کو مل رہی ہیں وہ کم نہیں ہیں بلکہ زیادہ ہیں ۔

مسٹر اسپیکر:۔ آپ کا وقت ختم ہو رہا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور:۔ تو جناب والا آخر میں یہی کہوں گا کہ یہ قرارداد ہمارے منشور کے خلاف ہے۔ کانیں فرنٹیئر میں بھی ہیں، پنجاب میں بھی ہیں اور سندھ میں بھی ہیں تو جب ضرورت ہوگی وفاقی حکومت اور پیپلز پارٹی فیصلہ کر کے ان کو قومی ملکیت میں لے لے گی۔ جب بھی قومی مفاد میں یہ چیز ہوگی اس کا فیصلہ کر دیا جائے گا لیکن جب تک وفاقی حکومت یہ فیصلہ نہیں کرتی اس وقت تک میں اس قرارداد کا مخالف ہوں۔

وزیر صحت (مولوی محمد حسن شاہ):۔ میں اس قرارداد کی مخالفت کرتا ہوں۔ پہلے بھی میں نے اس سلسلے میں بخاری شریف کی حدیث پڑھی تھی جس میں نبی کریمؐ نے فرمایا تھا کہ بادشاہ کا حق صرف چوتھا حصہ بنتا ہے اور اگر کان مالک چاہے تو وہ حصہ بھی لے سکتا ہے۔ یہ بخاری شریف کی حدیث ہے اس لئے یہ قرارداد شریعت کے خلاف ہے البتہ ایک بات ضرور ہے کہ اب کوئلہ سستا ہے تو کان مالک کانیں بند کر رہے ہیں اس سے ہزاروں مزدور بیکار ہو جائیں گے اس لئے میں کان مالکوں سے یہ کہونگا کہ جس وقت کمائی کا وقت تھا تو تم دبا دب کام کر رہے تھے اب سستا ہے تو کام بند کیوں کر رہے ہو اور میں حکومت سے بھی گذارش کروں گا کہ وہ انہیں کام جاری رکھنے پر مجبور کرے تاکہ ہزاروں مزدور دربدر نہ ہو سکیں۔

میر شاہنواز خان شاہلیانی: جناب والا! میں بھی اس قرارداد کی مخالفت کرتا ہوں کیونکہ ہمارے بزرگوار مولوی صاحب نے یہ بتایا ہے کہ یہ قرارداد شریعت کے خلاف ہے جب یہ شریعت کے خلاف ہے اور جس کے لئے ایک عالم فتویٰ بھی دے دے

تو میں مسلمان ہو کر اس کی حمایت کس طرح کر سکتا ہوں اس کے علاوہ یہ ہماری
پارٹی کے منشور کے بھی خلاف ہے کیونکہ ہماری پیپلز پارٹی کا جو منشور ہے وہ شریعت
کے مطابق ہے تو ان دونوں کو مدنظر رکھ کر میں اس قرارداد کی مخالفت کرتا ہوں۔

نواب زادہ تیمور شاہ جوگیزئی:۔ جناب والا! میں اس قرارداد کی مخالفت کرتا ہوں
کیونکہ اس سے پہلے جو کارخانے اور بنک وغیرہ قومی ملکیت میں لئے گئے ہیں ان
کا حال پبلک کے سامنے ہے۔ جس طرح وہ پہلے کام کر رہے تھے۔ اس طرح اب
نہیں کر رہے ہیں اور جب پی۔ آئی، ڈی۔ سی میں تحقیقات کی گئی تو اس کے
نتیجے میں ساری چیزیں سامنے آئیں اور معلوم ہوا کہ کروڑہا روپے کا اس میں
غبن ہوا تھا۔ تو اب یہ چیزیں بھی اگر قومی ملکیت میں لی گئیں تو ان کا بھی یہی حشر
ہوگا جو ان کا ہوا ہے۔ اور پھر ہمارے وزیر اعظم نے بھی یہ اعلان کیا ہے کہ
آئندہ کوئی چیز قومی ملکیت میں نہیں لی جائے گی۔ صوبہ سرحد، پنجاب اور سندھ
میں بھی لیزیں ہیں تو جس وقت وہاں کوئی قانون نافذ ہوگا بلوچستان میں خود بخود
ہو جائے گا اور لیز وغیرہ بھی قومی ملکیت میں آ جائے گی لہٰذا اس وقت میں اس
قرارداد کی مخالفت کرتا ہوں۔

میر صابر علی بلوچ:۔ جناب اسپیکر! میں اس قرارداد کی حمایت اس لئے نہیں کروں
گا کہ مجھے حکومت کی پالیسیوں سے اختلاف ہے لیکن چونکہ میں اپنی پارٹی اور اس کے
منشور کا وفادار ہوں اور اس کا پابند ہوں اس لئے میں اتنا ضرور عرض کروں گا
کہ کوئلے اور سنگِ مرمر کی جتنی بھی کانیں ہیں ان سب کو قومی ملکیت میں لے لیا
جائے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی نعمتیں پیدا کی ہیں ان سب
میں اس کے بندوں کا برابر کا حصہ ہونا چاہیئے۔ لیکن یہاں ایسے حالات ہیں
ایسے حالات پیدا کیئے گئے ہیں اور اس ملک میں سرمایہ دارانہ نظام کی سب

سے بڑی بدقسمتی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جتنی بھی نعمتیں ہیں ان سب پر ایک مخصوص طبقہ کی اجارہ داری ہے اور یہاں کا جو غریب طبقہ ہے، جو مزدور طبقہ ہے اور جو طبقہ محنت کرتا ہے اس کی محنت کا ثمر بڑے بڑے سیٹھوں اور بڑے بڑے لوگوں کی تجوری میں چلا جاتا ہے اور وہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس سلسلے میں میں ایک عرض کر دوں کہ پاکستان بننے کے بعد ہم نے برطانیہ سے سیاسی آزادی تو حاصل کر لی لیکن معاشی طور پر ہم اپنے آپ کو آزاد نہ کر سکے۔ اور ہمارے قائداعظمؒ کو اتنا وقت نہیں ملا کہ وہ ہمیں معاشی مشکلات سے نکال سکتے اس کے بعد یہاں پر جتنی بھی حکومتیں بنی ہیں وہ چونکہ عوام کی منتخب حکومتیں نہیں تھیں اور انہوں نے عوام کی خواہشات کے مطابق حکومتیں نہیں بنائی تھیں اس لئے وہ پاکستان کے غریب عوام کو معاشی مشکلات سے نہیں نکال سکیں پھر اس کے بعد ایوب خان نے دس سال تک اس ملک پر حکومت کی اس کا دور پاکستان کے غریب عوام کے لئے سب سے زیادہ تاریک ترین دور تھا۔ اس وقت ڈکٹیٹر شپ تھی۔ کسی کو بات کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ کسی کو لکھنے کی اجازت نہیں تھی اور اس وقت کسی کو یہ جرأت نہیں تھی کہ اپنی مرضی سے کوئی قرارداد اسمبلی میں پیش کر سکے۔ لیکن جناب والا! اس سے کسی کو انکار نہیں ہوگا کہ پیپلز پارٹی کے چیئرمین جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ایوب خان کی آمریت کو چیلنج کیا اس نے اس ملک کے غریب عوام۔ اس ملک کے دانشور، اس ملک کے غریب صحافی اور اس ملک کے غریب طالب علموں کی مدد سے ایوب خان کے بت کو پاش پاش کر دیا۔

جناب والا! پھر اس کے بعد انتخابات ہوئے انتخابات میں پاکستان کے جتنے بھی غریب لوگ تھے۔ انہوں نے جناب بھٹو کو اپنا لیڈر اور پیپلز پارٹی کو اپنی نمائندہ جماعت تسلیم کیا، اس کو ووٹ دیکر منتخب کیا۔ لیکن اس کے باوجود بھی یہاں کے منتخب نمائندوں اور منتخب جماعت کو حکومت نہیں دی گئی۔ یحییٰ خان کا دور آیا اور وہ بھی ختم ہوا۔ جب بھٹو صاحب نے حکومت سنبھالی تو آدھا ملک ہم سے کٹ چکا تھا۔ ملک

میں اتنی افراتفری اور بے یقینی تھی کہ لوگ اعتماد نہیں کرتے تھے کہ یہ ملک رہے گا۔
سب سے بڑی بات جو بھٹو صاحب کو درپیش تھی وہ قوم کے اعتماد کو بحال کرنا تھا۔
اس کے لئے انہوں نے جدوجہد کی۔ پیپلز پارٹی ایک سوشلسٹ پارٹی ہے ایک ترقی
پسند جماعت ہے اور حالات کے مطابق یہاں کے لوگوں کے مفادات کا خیال رکھتے
ہوئے وہ اس ملک کی معیشت میں تبدیلیاں لائی۔ جناب بھٹو صاحب نے حکومت
سنبھالنے کے بعد جتنی بھی بڑی بڑی صنعتیں تھیں۔ سب کو قومی ملکیت میں لے لیا۔
اس سے یہ ثابت ہوا کہ پیپلز پارٹی ایک سوشلسٹ جماعت ہے اس کے بعد جتنے
بھی بنک اور انشورنس کمپنیاں تھیں ان سب کو قومیا لیا گیا۔ اس طرح ایک
اور وعدہ منشور کے مطابق پورا کر دیا گیا۔ جناب یہ وعدہ ہمارے چیئرمین نے اس
ملک کے لوگوں کے ساتھ کیا تھا۔ اور پھر پورا کر دیا۔ اس کے علاوہ جتنے بھی
پرائیویٹ تعلیمی ادارے تھے جہاں پر تعلیم کم دی جاتی تھی اور کمائی زیادہ کی جاتی
تھی۔ ان تمام تعلیمی اداروں کو قومی ملکیت میں لے لیا گیا۔ یہ ایک اور وعدہ تھا
جو پورا کیا گیا۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو چیئرمین پیپلز پارٹی نے بارہا کہا ہے۔
کہ مجھے اس دنیا میں جو چیز سب سے زیادہ عزیز ہے وہ اس ملک کے غریب عوام
کا مفاد ہے تو جوں جوں مناسب حالات آتے جائیں گے میں سمجھتا ہوں کہ ہماری
پارٹی لوگوں کے مفاد کے مطابق کام کرتی رہے گی ہو سکتا ہے کہ
آج کے دور میں جو کافی مشکلات درپیش ہیں۔ آئندہ اور
بھی مشکلات ہماری پارٹی کو درپیش ہوں ان مشکلات کی وجہ سے اور صنعتوں کو
قومیا نہیں سکتے۔ لیکن یقینی طور پر یہ ہمارے پروگرام میں شامل ہے اور یہ چیز
ہمارے منشور میں شامل ہے کہ صنعتوں کو قومیا لیا جائے گا۔ اس وقت محمود خان
اچکزئی نے جو قرارداد پیش کی ہے اور قرارداد کے سلسلے میں بڑی لمبی چوڑی تقریر
بھی کی ہے۔ اس میں انہوں نے کچھ ایسے حوالے بھی دیئے ہیں جو میں سمجھتا ہوں کہ
صرف بحث کے لئے تھے۔ چونکہ وہ آزاد ممبر کی نشست پر بیٹھے ہوئے ہیں اس لئے

یہ صرف ایک کارروائی اور طریقہ کو پورا کرنے کے لئے مخالفت کر رہے ہیں انہوں نے نیپ کی ترقی پسندی کی بھی بات کی ہے اور کہا ہے کہ نیشنل عوامی پارٹی ایک ترقی پسند پارٹی ہے تو میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس معزز ایوان کے سامنے

مسٹر محمود خان اچکزئی:- پوائنٹ آف آرڈر- میں نے نیپ کا کوئی ذکر نہیں کیا-

میر صابر علی بلوچ:- اس سے پہلے بھی اس معزز ایوان میں ایک قرارداد پیش کی گئی تھی جس پر پیپلز پارٹی نے آپ کا ساتھ دیا لیکن نیپ نے اس کی مخالفت کی پھر اب آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ نیپ ایک ترقی پسند پارٹی ہے یا نیپ جو ہے ایک کمیونسٹ پارٹی ہے اور سوشلسٹ پارٹی ہے-

مسٹر محمود خان اچکزئی:- میں نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے کسی بھی تقریر میں ذکر نہیں کیا-

میر صابر علی بلوچ:- جناب والا! میں یہ عرض کر دوں کہ جب نیشنل عوامی پارٹی کو حکومت دی گئی تو یہاں کے لوگ سمجھتے تھے کہ یہ چونکہ منتخب حکومت ہے اور لوگوں نے اعتماد کے ساتھ اس کو ووٹ دیئے ہیں اس لئے یہ صوبے کے غربا کی خدمت کرے گی- اس کے کارکن یہاں کے لوگوں کی بھلائی کی سوچیں گے اور یہاں کے لوگوں کی معاشی تبدیلی لائیں گے- لیکن اس کے بعد جو نتیجہ نکلا وہ ہم سب کے سامنے ہے جناب والا آپ کو بہتر پتہ ہے کہ انہوں نے قتل و غارت گری کی-

مسٹر اسپیکر:- آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے میں نے نوٹ کیا ہوا تھا آپ مہربانی کر کے بیٹھ جائیں-

وزیر مالیات:- ان کو پانچ منٹ اور دے دیں۔

مسٹر اسپیکر:- نہیں جی۔ میں نے ان کو کہہ دیا ہے کہ تشریف رکھیں۔

وزیر مالیات:- جناب اسپیکر صاحب! میں اپنے دوست کے جذبات کو سراہتے ہوئے کچھ کہوں گا۔ میں جانتا ہوں کہ ان کا خیال یہ ہے کہ اس صوبے کے غریب عوام کی کوئی بہتری ہو اور ان کو اس مائنز کے خزانہ سے جائز حق ملے۔ لیکن میرے خیال میں جو انہوں نے طریقہ منتخب کیا ہے کہ مائنز کو نیشنلائز کر لیا جائے تو یہ اس مسئلہ کا حل نہیں ہے قومیانے کی جہاں اس ملک میں ضرورت ہوئی صنعتیں قومیا لی گئی ہیں آپ نے دیکھا جتنی بڑی صنعتیں ہیں مثلاً گھی کی صنعت وغیرہ قومیا لی گئی ہیں۔ تو حکومت بالکل باخبر ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ بلوچستان کی جو مائنز ہیں وہ اس حیثیت میں نہیں کہ ان کو قومیا لیا جائے یہ اس قابل نہیں ہیں اور یہ موقعہ نہیں ہے کہ ان کو نیشنلائز کیا جائے ان کو قومیانے پر حکومت کا بہت خرچہ آئے گا۔ اس وقت جو لوگ یہ مائنز چلا رہے ہیں وہ بھی شدید مشکلات میں مبتلا ہیں میں مانتا ہوں کہ کانوں میں کچھ مشکلات ہیں اور ان کے کچھ مسائل ہیں لیکن ان کا یہ حل نہیں ہے کہ ان کو قومیا لیا جائے میں سمجھتا ہوں کہ ان پر پابندی لگائی جائے کہ وہ مزدور کے حقوق صحیح معنوں میں دیں اور ان کی حفاظت کریں اور کان کنی کے جو قوانین ہیں ان پر پوری طرح عمل کریں۔ جو مزدوروں کے حقوق ہیں ان کو پوری طرح ادا کریں۔ مثلاً کسی حادثہ میں اگر مزدور ہلاک ہو جائے تو اس کا حق ادا کیا جائے۔ اسی طرح مزدوروں کو ملنے والی مراعات کو اور بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ آپ دیکھیں کہ جو چھوٹے کان مالک ہیں وہ بہت کم منافع کی شرح پر اپنا کام چلا رہے ہیں۔ حکومت اتنے کم منافع کی شرح پر تو نہیں چلا سکتی۔ اور اگر حکومت

چلائے گی تو اس کو ہزاروں روپے کا خسارہ اٹھانا پڑے گا۔ اس طرح سے ہزاروں مسائل پیدا ہوں گے کیونکہ جو مارجن پر مائنز چل رہی ہیں حکومت ان کو نہیں چلا سکے گی۔ مجھے یقین ہے میرے دوست یہ نہیں چاہیں گے کہ دس سے بیس ہزار تک مزدور بے روزگار ہو جائیں۔ ہماری کالز کی صنعت کوئی ترقی یافتہ صنعت نہیں ہے۔ آپ دیکھیں کہ آج کل FLUCTUATION کتنی ہے؟ کبھی تو کوئلہ کی قیمت چھ سو روپے ٹن ہو جاتی ہے اور کبھی دو سو روپے ٹن پر آجاتی ہے تو پھر کس حد تک NATIONALIZATON ہو آپ دیکھیں جو ½ حصہ کوئلہ اس صوبہ میں سپلائی ہوتا وہ P.I.D.C فراہم کرتی ہے یہ ادارہ NATIONALIZE ہو گیا ہے لیکن وہ بھی خسارے میں چلتا ہے تو کیا میرے دوست یہ چاہتے ہیں کہ ساری صنعت خسارے میں چلے؟ اور پھر P.I.D.C کا خسارہ وفاقی حکومت برداشت کر رہی ہے۔ آپ اس بات کو چھوڑیں جب یہ صنعت ترقی کرے گی۔ تو پھر ہم آگے چل کر اس بات کو سوچ سکتے ہیں۔ آج کی بحث ویسی ہی ہے جیسے کہ ہم نے پچھلی دفعہ بھی ایک قرارداد پر اس ہاؤس میں کی تھی۔ لیکن ہم نے متحدہ طور پر یعنی حزب اقتدار اور حزب اختلاف نے مل کر اس قرارداد کو رد کر دیا تھا۔ اور اب بھی اس قرارداد کو اس لئے پاس نہیں کیا جائے گا کہ یہ ایوان نہیں چاہتا کہ کوئی ایسا کام کیا جائے جس میں ہزاروں مزدور بے روزگار ہو جائیں یہ تو خیالی دنیا میں رہنے کے لئے اور کمیونسٹ خیالات کو کامیاب کرنے کے لئے ہے۔ ورنہ اگر ہم عملی اعتبار سے دیکھیں تو یہ ممکن نہیں ہے میں یہ مانتا ہوں کہ کئی ایک صنعتیں NATIONALIZE ہو گئی ہیں مگر اب ہم کوئی مزید صنعت NATIONALIZE کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور یہ پیپلز پارٹی کا پروگرام ہے کہ جہاں تک قومی مفاد کا تعلق ہے وہاں ایسا نہیں کیا گیا ہے اور جہاں بھی قومی مفاد کے پیش نظر ضرورت تھی وہاں ایسے اقدامات کئے گئے ہیں۔

اب اگلے انتخابات آ رہے ہیں۔ لیکن میں نہیں سمجھتا ہوں کہ اس وقت جبکہ ہم میں مائننگ انڈسٹریز کو NATIONALIZE کر دیا جائے اس کے لئے ہم تیار نہیں ہیں لیکن میں یقین دلاتا ہوں اور اس ایوان میں کہتا ہوں کہ مزدوروں کے حقوق کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دی جائے گی تاکہ مزدوروں کے حقوق کو چند سرمایہ دار اور کان مالک پامال نہ کریں۔ اُن سے ان کے حقوق دلوائے جائیں گے اور ان کے حقوق کا تحفظ کیا جائے گا۔ اور اس کا بندوبست ہونا چاہیئے اور ایسا کیا جائے گا۔ لہٰذا اس لئے میں اس ایوان سے درخواست کروں گا کہ اس قرار داد کو پاس نہ کیا جائے۔ شکریہ۔

مسٹر اسپیکر:۔ اب ایوان کی کارروائی دوپہر بارہ بجے تک کے لئے ملتوی کی جاتی

(گیارہ بج کر پچیس منٹ پر ایوان کی کارروائی بارہ بجے تک کے لئے ملتوی ہوگئی)

(ایوان کی کارروائی بارہ بجکر پانچ منٹ پر زیر صدارت اسپیکر سردار محمد خان باروزئی دوبارہ شروع ہوئی)

مسٹر اسپیکر:۔ اور کون بولنا چاہتا ہے؟

میر نصرت اللہ خان سنجرانی:۔ جناب والا! بلوچستان کی خوشحالی اور بہبودی کے لئے تمام کانوں کو قومی ملکیت میں لینا ضروری ہے۔ اس سے بلوچستان میں ایک صحیح معاشرے کے قیام میں مدد ملے گی اور بلوچستان کا منافع بلوچستان کے غریب باشندوں مزدوروں اور محنت کشوں کو ملے گا۔ بلوچستان کی دولت پر جن چند افراد کا قبضہ ہے کانوں کو ملکیت میں لینے سے ان کی اجارہ داری کا خاتمہ ہوگا اور اس کے ساتھ

سرمایہ دارانہ ذہنیت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ اگر بلوچستان سے سرداری، قبائلی اور سرمایہ داری نظام کو واقعی تبدیل کرنا ہے اور اس ملک میں، اس صوبے میں غریب کو غریب تر اور امیر کو امیر تر نہیں رہنے دینا ہے تو یہ ضروری ہے کہ کانوں کو قومی ملکیت میں لیا جائے۔

جہاں تک ہماری پارٹی کا تعلق ہے تو پیپلز پارٹی کے منشور میں یہ بات واضح ہے کہ تمام صنعتیں قومی ملکیت میں لے لی جائیں گی۔ اور پارٹی نے اس منشور پر کافی حد تک عمل بھی کیا ہے۔ اور بہت سے کارخانے۔ بنک اور بیمہ کمپنیاں قومی ملکیت میں لے لی گئی ہیں۔ میں اس وقت اس قرارداد کے حق میں تقریر نہیں کر رہا ہوں بلکہ پارٹی کے منشور کی بات کر رہا ہوں اور ہماری پارٹی کے قائد نے ملکی حالات اور وسائل کے پیش نظر آئندہ انتخابات تک کسی بھی صنعت کو قومی ملکیت میں نہ لینے کا جو اعلان کیا ہے میں اپنے قائد کے اس اعلان کی بھی حمایت کرتا ہوں کیونکہ ملک کے حالات شاید اس وقت یہ اجازت نہیں دیتے کہ مزید صنعتیں قومی ملکیت میں لی جائیں۔ اس لئے آج کی یہ قرارداد بذات خود تو صحیح ہے لیکن اس کو پیش کرنے کا یہ وقت نہیں ہے۔ اسی پر میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

(تالیاں)

مسٹر اسپیکر:۔ یعنی دونوں طرف کے ارکان خوش ہو گئے۔

میر قادر بخش بلوچ:۔ جناب اسپیکر! جہاں تک اس قرارداد کا تعلق ہے تو یہ بہت اچھی قرارداد ہے اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ بلوچستان کی ترقی کا راز اس میں مضمر ہے۔ اگر آپ تھوڑا سا حساب لگائیں اور اگر صرف کوئلہ، سنگ مرمر اور کرومائٹ کی کانوں کو ہم قومی ملکیت میں لے لیں تو کوئلہ کی جو پیداوار ایک سوال کے جواب میں بتائی گئی ہے۔ اس حساب سے اگر کوئلہ کا نرخ صرف دو سو روپے فی

ٹن لگایا جائے تو بلوچستان کو ۴۶ کروڑ روپے کا فائدہ ہوگا اور اگر سنگ مرمر کا نرخ ایک ہزار روپے فی ٹن کے حساب سے شمار کیا جائے تو اس کے کوئی ۶۰ کروڑ روپے بنتے ہیں۔ اسی طرح کرومائٹ کی آمدنی دو سو روپے فی ٹن کے حساب سے شمار کی جائے تو تقریباً بیس کروڑ روپے بن جاتی ہے۔ سب ملا کر کوئی ۱۲۶ کروڑ روپے بلوچستان کو ملیں گے۔ اس وقت ہمارے پاس صرف سوئی گیس ہے جس سے ہمیں ۲۲ کروڑ روپے ملتے ہیں۔ تو اگر ان کانوں کو بھی قومی ملکیت میں لے لیا جائے اور اس سے حاصل شدہ پیسہ غریب عوام پر خرچ کیا جائے تو میں یقینی طور پر کہہ سکتا ہوں کہ بلوچستان کے غریب لوگ اس پر اچھی طرح سے پل سکیں گے۔ بڑے بڑے پروجیکٹ پر ہم کام کر سکیں گے اور غریب لوگ پھر کبھی بھی غریب نہیں رہیں گے۔ اس وقت بلوچستان میں جو کانیں ہیں وہ چند سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں ہیں اور یہ چیز پیپلز پارٹی کے منشور کے مطابق بالکل برداشت نہیں کی جائے گی۔ یہ پیپلز پارٹی کے منشور میں ہے۔۔

پیپلز پارٹی ایک انقلابی پارٹی ہے اور مجھے یقین ہے کہ جو قرارداد مسٹر محمود خان نے پیش کی ہے۔ ہم اپنے منشور کے مطابق اس سے بڑھ کر قرارداد پیش کریں گے اور مجھے یقین ہے کہ پیپلز پارٹی اپنے منشور کو برقرار رکھے گی۔ پیپلز پارٹی ایک انقلابی پارٹی ہے وہ کبھی بھی سرمایہ داروں اور جاگیرداروں سے نہیں ملے گی ان کا ایک نہ ایک دن خاتمہ ہونے والا ہے صرف ان کے چند دن باقی ہیں وقت کا انتظار کرنا چاہیئے۔ ہم بھی انتظار کریں محمود صاحب بھی کریں۔ پیپلز پارٹی ان کو کبھی اجازت نہیں دے گی کہ وہ پاکستان کی دولت کو لوٹیں۔ اس صوبہ کو حالات کے تقاضوں کے مطابق بے حد ترقی دی جائے گی اور یہ اجازت نہیں دی جائے گی کہ غریبوں کو ہمیشہ غریب رکھا جائے یہ چیز ہمارے ذہن میں ہے اور ہمارے منشور میں بھی ہے۔ کانوں کو ضرور قومی ملکیت میں لیا جائے گا لیکن ہم کو تھوڑا سا انتظار کرنا چاہیئے۔ کیونکہ پیپلز پارٹی کے قائد کے اعلان کے مطابق آئندہ ہونے والے

انتخابات تک کسی صنعت اور کسی چیز کو قومی ملکیت میں نہیں لیا جائے گا۔ پھر انتخابات کے بعد قومیانے کی پالیسی پر عمل کیا جائے گا۔ جس میں مجھے یقین ہے کہ اس صنعت کو بھی قومی ملکیت میں لے لیا جائے گا اور اس سے ہم کو اور نہ محمود صاحب کو کسی کو بھی مایوسی نہیں ہو گی۔

(تالیاں)

وزیر اعلیٰ:۔ جناب اسپیکر! ہمارے معزز ممبر صاحب نے جو قرار داد پیش کی ہے۔ اس قرار داد کو پیش کر کے یہ اصل میں دودھ پینے والے مجنوں بننا چاہتے ہیں اور خون دینے والے مجنوں نہیں۔

(تالیاں)

اگر آپ بغور دیکھیں تو یہ چیز پہلے ہی سے پیپلز پارٹی کے منشور میں ہے اور پیپلز پارٹی کے پروگراموں کے مطابق جس کے چیئرمین قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو ہیں نے ملک کے مفاد، پاکستان کے مفاد کو اولیت دیتے ہوئے ملک کی بڑی بڑی صنعتیں قومیائی ہیں اور جتنے بھی بنک تھے۔ان کو اس حکومت نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ تو پیپلز پارٹی کا منشور یہ ہے اور یہی وہ جماعت ہے کہ جس کے قائد قائد عوام نے ۲۵ سال بعد یہ کام کیا ہے۔

جناب والا! جہاں تک میرے معزز رکن اور میرے بھائی نے اس قرار داد کو چھوڑ کر اور بہت سی چیزوں کا اظہار کیا ہے، ایوب خان کا نام لیا ہے اس کے علاوہ کبھی کسی اور کبھی کسی کا نام لیا ہے۔میں اس تفصیل میں نہیں جانا چاہتا میں صرف ایک نکتہ پر بولنا چاہتا ہوں کہ ایسے افراد بھی تھے جو اس پاکستان کو توڑنا چاہتے تھے۔ اور پاکستان ماننا بھی نہیں چاہتے تھے۔ ایک صرف ہم تھے کہ جنہوں نے پاکستان کا ساتھ دیا اور لبیک کہا اور پاکستان کو مانا۔

(تالیاں)

برعکس اس کے ایسے افراد بھی تھے۔ جنہوں نے کہا کہ پاکستان قائم نہیں ہو سکتا یہ فرق پاکستان کے عوام کو کرنا چاہیئے۔ جناب والا! اس ایوان میں آکر دوسری طرف بیٹھ کر تنقید برائے تنقید کرنے سے پاکستان کے عوام کی خدمت نہیں ہو سکتی اور اس بات کو پاکستان کے عوام بہتر طور پر جانتے ہیں۔

مسٹر محمود خان اچکزئی:- (بیٹھ کر)۔ اسپیکر صاحب سے مخاطب ہوں۔

وزیراعلیٰ:- میں اسپیکر صاحب سے اس لئے مخاطب نہ ہوا کہ کبھی کبھی آپ اپنے آپ کو کرسیٔ صدارت سے بھی زیادہ سمجھتے ہیں۔ جناب والا صنعتوں کو قومیانے کا نہ صرف ہمیں بلکہ سارے ایوان کے اراکین کو احساس ہے اور اس سلسلے میں ہمارے معزز رکن نے تقریریں بھی کی ہیں۔ اور سب نے اپنی تقریروں میں بتلایا کہ پاکستان پیپلز پارٹی کا منشور یہ ہے کہ اس صوبے کے غریب سے غریب عوام کو فائدہ پہنچے تو دراصل یہ لوگ ایک قرارداد پیش کر کے چاہتے ہیں کہ پاکستان اور بلوچستان میں وہ پہلے رکن اسمبلی ہوں جو یہ کریڈٹ حاصل کریں لیکن یہ کریڈٹ پیپلز پارٹی پہلے ہی حاصل کر چکی ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے کہ وہ قرارداد پیش کر کے کریڈٹ لینا چاہتے تھے تو دراصل یہ کریڈٹ پہلے ہی پیپلز پارٹی نے لیا ہے۔ یہ پیپلز پارٹی کے منشور میں ہے اور عوام دیکھ چکے ہیں کہ پیپلز پارٹی کیا کام کر رہی ہے۔ میں یقین دلانا چاہتا ہوں کہ بہت سی باتیں تھا جو عوام کے ذہن میں ہیں۔ اور پیپلز پارٹی کے ذہن میں ہیں جو عوام کی فلاح و بہبود کے لئے وہ کرنا چاہتی ہے تو اس سے بھی دیسے تر مفاد جو عوام کے لئے ہیں وہ کئے جائیں گے۔

جناب والا! چند ایسی ضروری باتیں ہوتی ہیں۔ چند ایسے ضروری مقاصد ہوتے ہیں۔ ملک کے حالات ہوتے ہیں۔ دیگر چیزوں کا خیال رکھنا ہوتا ہے۔ ملک کے تقاضے ہوتے ہیں اس لئے یہ پارٹی اور اس کے قائد مناسب وقت پر کام کرتے

ہیں اور وقت کے تقاضوں کے مطابق کام کرتے ہیں۔ حالات کو دیکھ کر کام کیا کرتے ہیں۔ ایسے نہیں کہ جس طرح سے معزز ممبر نے نہ کوئی چیز دیکھی نہ سمجھا صرف ویسے ہی کود پڑے۔ تو ہر معاملے میں ایسے نہیں کودا جاتا ہے بلکہ یہ ملکی معیشت کا سوال ہوتا ہے۔ ملک کی تمام معاشی حالت کو مدنظر رکھنا ہوتا ہے صرف صوبائی اسمبلی کا ممبر بن جانے سے انسان ماہر اقتصادیات نہیں ہو جاتا ہے۔ جناب میں اس معزز ممبر کا بڑا احترام کرتا تھا۔ اور آج بھی احترام کرتا ہوں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جو احترام کی منزل تھی وہ اس سے ہٹ چکے ہیں۔ پتہ نہیں کیا وجہ ہے۔ خدا نہ کرے خدا نہ کرے کہ ان کی نظر باہر کے ملکوں پہ پڑے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اُس دُنیا کا خیال نہیں کریں گے جو پاکستان کی دشمن بن چکی ہیں۔

(آواز۔ شرم۔ شرم)

جو اس پاکستان کو توڑنا چاہتے ہیں لیکن اس پاکستان کو حاصل کرنے کے لئے ہر صوبے کے عوام نے خواہ وہ کسی صوبہ کے عوام ہوں خواہ وہ صوبہ سرحد کے عوام ہوں خواہ وہ بلوچستان کے عوام ہوں انہوں نے ملک کے لئے بڑا ایثار دیا ہے۔ بڑی قربانیاں دی ہیں۔ جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

(تالیاں)

تو کیا آپ ان قربانیوں پر پانی پھیرنا چاہتے ہیں۔ تو جناب والا میں ان کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ان کا یہ خواب کبھی پورا نہ ہو گا۔ اور ابھی پورا نہیں ہوا ہے۔ بڑی جدوجہد کی اور باتیں ۔۔۔

(مداخلت)

<u>میر صابر علی بلوچ</u>:۔ جناب والا۔ یہ محمود صاحب کا اخلاقی فرض ہے۔ کہ وہ جام صاحب

کی تقریریں سنیں۔

وزیراعلیٰ :- جناب والا! جس طرح قرارداد سے ہٹ کر دوسری باتیں کی گئی ہیں اور کرتے ہیں تو کم از کم وہ مجھ سے بھی سنیں تاکہ میں پاکستان کے عوام کو بتلا سکوں اور عوام کو بتلا سکوں اور ان لوگوں کو بتلا سکوں جن کی یہ خیر خواہی کر رہے ہیں۔ جن کی برتری کے لئے جن کی فلاح کے لئے اور بہبودی کے لئے یہ بڑی بڑی تقریریں کرتے ہیں۔ تو جناب والا! میں اس ایوان کے ہر رکن کو یقین دلانا چاہتا ہوں اور مجھے یہ بتلاتے ہوئے بڑا افسوس ہوتا ہے اور رنج بھی ہوتا ہے کہ ایک طرف تو معزز ممبر اتنے وسیع خیالات اور اتنے باشعور خیالات کے مالک ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہی اس اسمبلی میں صرف ایسے رکن ہیں جو تقریر کر سکتے ہیں۔ اور بڑے پارلیمینٹیرین ہیں کہ ان کی سیاست اور فراست کا اور کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا اُنہوں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ ان کی باتوں کی تمام ممبران نے مخالفت کی۔ جس کا اشارہ تھا۔ حالانکہ ان سب نے ان کے خلاف تقریریں کیں۔

جناب والا! انہوں نے دیکھا کہ جس دیانتدار کی طرف اُن کا اشارہ تھا۔ اُس نے بھی ان کے خلاف تقریر کی۔ میں ان کو کچھ نہیں کہوں گا۔ جنہوں نے پاکستان بننے کے بعد یہ طریقے اور وطیرے اختیار کئے۔ جو باتیں یہاں ہوئی ہیں اُن کا مقصد صرف تعریف کی صورت میں طنز کرنا تھا۔ اس وقت انہوں نے قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کے متعلق بھی باتیں کی ہیں۔ لیکن وہ کھلے طور پر کچھ نہیں کہنا چاہتے ہیں۔ جس سے وہ متاثر ہیں وقت آئے گا شاید بجٹ تقریر میں اُن کا لاوا پھٹ جائے اور وہ باتیں کریں۔

جناب والا! میں آپ کے توسط سے اس معزز رکن سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ فاتحہ کے لئے جو ہاتھ اٹھا رہے ہیں۔ تو وہ یہ فاتحہ ہیں

سمجھتا ہوں کہ اپنی سیاست پر پڑھ رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی سیاست اور نظریہ پر فاتحہ پڑھی جا چکی ہے اور اب یہ فاتحہ اس لئے پڑھ رہے ہیں کہ انہوں نے سیاست میں آکر غلطی کی ہے اس لئے وہ یہ فاتحہ پڑھ رہے ہیں۔ لہٰذا میں ان کو اس کے لئے مبارک باد دیتا ہوں کہ وہ اس غلط سیاسی روش پر آ چکے ہیں۔ مگر میرے پاس اس کے لئے ماتم کے سوا اور لفظ نہیں ہیں۔ اس لئے مجھے اس پر ماتم کرنا پڑتا ہے۔ اپنے آپ کو عقل مند سمجھتے ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ابھی اُن کو بہت عقل سیکھنی ہے اس کے لئے انہیں ابھی وقت درکار ہے۔

جناب والا! جہاں تک آپ نے دیکھا ہو گا کہ ممبروں کے نظریہ خواہشات تو اپنی جگہ رہے تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ دو دو مد کے مجنوں ہیں اور آپ خون کا مجنوں نہیں بن سکتے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ قطعی طور پر خون کے مجنوں نہیں بن سکتے ہیں۔ پوری زندگی میں نہیں بن سکتے۔ جہاں تک عوام کے مفاد کا تعلق ہے۔ پاکستان کے عوام کا تعلق ہے۔ جو چیزیں آپ نے دیکھیں کہ پاکستان پیپلز پارٹی نے جو منشور پیش کیا۔ وہ تو عوامی جماعت ہے، وہ عوام کی بہتری اور فائدہ چاہتی ہے۔ یہ چیزیں ہیں اور ممکن ہے کہ جب ہم نے ضروری سمجھا تو ہم محمود خان اچکزئی صاحب کو بھی NATIONALIZE کر لیں گے۔

قہقہہ

اسی طرح ان کو بھی NATIONALIZE کر سکتے ہیں تو یہ حکومت عوامی حکومت ہے۔ اور عوام کے ووٹوں سے منتخب ہو کر آئی ہے اور اکثریت سے حاصل کی گئی ہے۔

مسٹر محمود خان اچکزئی:۔ تو پھر ہر جگہ پر دفعہ ۱۴۴ کیوں نافذ ہے۔

وزیر اعلیٰ:۔ جناب والا! یہ دفعہ ۱۴۴ صرف آپ جیسے لوگوں کے لئے ہے۔

I amgorry to gay like this.

تو یہ ایسے افراد کے لئے ہے جو پاکستان کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔
تخریبی کاروائیاں کر رہے ہیں۔ اور پاکستان کو توڑنا چاہتے ہیں تو دفعہ ۱۴۴
اس قسم کے افراد کے لئے نافذ ہے یہ دفعہ ان افراد کے لئے نہیں ہے۔
جو محب وطن ہیں اور پاکستان کو بچانا چاہتے ہیں پاکستان کی بقاء چاہتے
ہیں۔ تو جناب والا! مقصد یہ ہے اور میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اس
حکومت نے پاکستان کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے ہم اپنے فرض کے لئے بلوچستان اور پاکستان
کے عوام کی جان و مال کی حفاظت اور ان کی عزت کا تحفظ کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں اور
میری حکومت ایسے افراد کو قطعاً اجازت نہیں دے گی کہ یہ لوگ پاکستان کے خلاف کاروائی کریں
قوم آپکو۔ ہم پاکستان کے عوام کو تماشہ نہیں بننے دیں گے ہم قطعاً اجازت نہیں دیں گے کہ محب پاکستانی عوام
کے جذبات سے کھیلیں جنہوں نے ملک کا دفاع کیا ہے۔

مسٹر محمود خان اچکزئی:۔ جناب! آپ قرارداد کی مخالفت میں تو کچھ بولیں؟

وزیر اعلیٰ:۔ وہ تو میں ایک لفظ میں کہہ چکا ہوں۔ آپ کی بصیرت اور سمجھ میں نہیں آیا ہوگا
ورنہ آپ ضرور سمجھ گئے ہوتے۔ میں ایوان کا وقت نہیں لینا چاہتا ہوں لہٰذا میں محمود خان
اچکزئی کی طرف سے پیش کی گئی قرارداد کی مخالفت کرتا ہوں۔

مسٹر اسپیکر:۔ قرارداد یہ ہے کہ:۔
"یہ اسمبلی صوبائی حکومت سے سفارش کرتی ہے کہ صوبہ کی تمام کانوں کو قومی ملکیت
میں لے لیا جاوے۔"

(قرارداد نامنظور کی گئی)

مسٹر اسپیکر:۔ اب اجلاس کی کارروائی ۲۱ جون ۱۹۷۹ء بروز شنبہ دس بجے صبح تک کے لئے
ملتوی کی جاتی ہے۔

(بارہ بجکر پچیس منٹ پر اجلاس کی کارروائی شنبہ ۲۱ جون ۱۹۷۹ء
دس بجے صبح تک کے لئے ملتوی ہو گئی)